ہومیوپیتھی کے راز

★

ہومیوپیتھک
ڈاکٹر عابد حسین

★

کینٹ ہومیوپیتھک سٹورز اینڈ ہسپتال
ہومیوپیتھک بلڈنگ بلاک نمبر ۷ سرگودھا
فون نمبر ۶۳۷۳۹

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ہومیوپیتھی کے راز

پانچواں ایڈیشن

مُصنّفہ

ڈاکٹر عابد حسین (ہومیو)

مصنّف

کینٹ ہومیوپیتھک گائیڈ، کینٹ ہومیوپیتھک پاکٹ میٹریا میڈیکا، ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب، اور تعلقات الادویہ (انگلش) وغیرہ

پبلشرز

کینٹ ہومیوپیتھک اسٹورز اینڈ ہسپتال

ہومیوپیتھک بلڈنگ
بلاک ۷ سرگودھا (پاکستان)

قیمت :- ۲/- روپے

عظیم ہومیوپیتھ ڈاکٹر کینٹ کے نام

جس نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت اصول بالمثل

سے دے کر

ہومیوپیتھی کا فرض ادا کر دیا

○

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

غالبؔ

○

بار اوّل	۱۹۶۵ء
بار دوم	۱۹۷۰ء
بار سوم	۱۹۷۶ء
بار چہارم	۱۹۸۲ء
بار پنجم	۱۹۸۸ء

ناشر و پبلشر ڈاکٹر کاظم حسین جعفری ہومیو

طابع

کتابت سید تمکین شیرازی

فہرست مضامین

انتساب

دیباچہ طبع سوم

دیباچہ طبع دوم

دیباچہ طبع اوّل

ہومیوپیتھی کے بنیادی تصورات

توبہ اور اصولِ بالمثل

پہلا قدم

علامات ہی علامات

علامات اور اُن کا پیغام

علامات کی قسمیں

تین وحدتیں

کیس ریکارڈنگ

دوا کی تلاش

روزمرہ کی دوائیں
علاج کا بہترین وقت
کیس کا چلانا

ہومیوپیتھی کے راز

پہلا راز — مرض اور مریض
دوسرا راز — روح و جسم
تیسرا راز — دوائیں
چوتھا راز — اصولِ شفا
پانچواں راز — پوٹنسیاں
چھٹا راز — بالمثل دوا کا ردِ عمل
ساتواں راز — حاد اور مزمن بیماریاں
آٹھواں راز — ادویات کا مطالعہ
نواں راز — تین سزائیں
دسواں راز — مریض کی کتابِ زندگی
گیارھواں راز — صحت کی طرف واپسی
بارھواں راز — دوا کب دینی چاہیئے؟
تیرھواں راز — دوا کی دہرائی اور نئی تجویز
چودھواں راز — علاج کب تک ہونا چاہیئے؟
پندرھواں راز — ناقابلِ شفا مریض

ہومیوپیتھی کا تصورِ کامل (خلاصہ)
مختلف طریقہائے علاج پر بحث
ہومیوپیتھک طریقۂ علاج
ڈاکٹر ٹوئیس کو ہنی کا علاج بالما
ایلوپیتھک طریقۂ علاج
طبِ یونانی
انگریزی طب یا ایلوپیتھی
نتیجۂ بحث اور مرض و علاج کی حقیقت
احتساب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

طبع سوم

ہومیو پیتھی کے راز کا تیسرا ایڈیشن پیشِ خدمت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ نہ صرف شائقینِ ہومیو پیتھی بلکہ فن کارانِ ہومیو پیتھی نے بھی اس کتاب کو کافی سراہا ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد صحیح ہومیو پیتھک فلسفہ کے تعارف پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ فلسفہ پر کتاب کا تیسرا ایڈیشن اس کی مقبولیت کی تصدیق ہے۔

یہ ایڈیشن آفسیٹ چھپائی۔ اعلیٰ کاغذ اور خوبصورت جلد کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین پسند فرمائیں گے۔

ناچیز

ڈاکٹر عابد حسین (ہومیو)

پرچی کا نمونہ

ھوالشافی

DR. ABID HUSSAIN (HOMOEO)
Block No. 11, SARGODHA.

ڈاکٹر عابد حسین (ہومیو) بلاک نمبر ۱۱ سرگودھا

R. No..... Date.....

Name of patient .....

Visits:—

ہدایات:-

۱۔ دوا ہر ـــــ گھنٹہ بعد دوہرائیں۔
۲۔ ہومیو پیتھک دوا کو تیز بودار چیزوں مثلاً عطریات۔ تمباکو۔ فینائل وغیرہ اور دھوپ سے بچا کر رکھیں۔
۳۔ دوا کے استعمال سے پہلے منہ پانی سے اچھی طرح صاف کریں اور دوا کو منہ میں ڈال کر آہستہ آہستہ چوسیں۔
۴۔ دوا کے استعمال سے قبل اور بعد ایک گھنٹہ کوئی چیز (سوائے پانی کے) نہ کھائیں نہ پئیں۔
۵۔ غذا سادہ رکھیں بودار چیزیں مثلاً کچے پیاز۔ لہسن۔ گرم مصالحے استعمال نہ کریں۔
گوشت۔ چائے۔ تمباکو۔ پان وغیرہ کا کم سے کم استعمال کریں۔
۶۔ ہومیو پیتھک دوا کے استعمال کے دوران میں کوئی دیگر دوا اندرونی یا بیرونی طور پر استعمال کرنا منع ہے۔
۷۔ مریض اگر سو رہا ہو تو کبھی بھی جگا کر دوا نہیں دینی چاہئے۔

زندگی اور موت کا مقدمہ

معمولی سا مقدمہ جیتنے کے لئے آپ وکیل کو حالات بتاتے بتاتے نہیں تھکتے تاکہ بتانے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے اور وکیل سے کوئی چوک نہ ہو جائے۔ کیا زندگی اور موت کا مقدمہ اس قدر بھی اہمیت نہیں رکھتا؟ یہ خیال درست نہیں ہے کہ معالج سب کچھ جانتا ہے معالج ہر وقت مریض کے پاس نہیں رہتا۔ لہٰذا مریض کی تمام "علامات مرض" سے معالج کو آگاہ کرنا شفایابی کی طرف پہلا قدم ہے تاکہ کیس کے سمجھنے میں معالج کو پوری پوری مدد مل سکے۔ تمام حالات لکھ کر معالج کو دیں۔

مریض کے تمام حالات لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل امور کے متعلق اچھی طرح سے چھان بین کر کے ہومیوپیتھک معالج کو مطلع کریں۔

(۱) مریض گرمیوں میں گرمی زیادہ محسوس کرتا ہے یا سردیوں میں سردی زیادہ (۲) مرض کے بڑھنے اور گھٹنے کا صحیح وقت (۳) پیاس زیادہ ہے یا بالکل نہیں ہے (۴) درد اور مرض کا صحیح مقام (۵) مریض چپ چاپ بیٹھنا پسند کرتا ہے یا بے آرامی کی حالت میں کروٹیں بدلتا رہتا ہے (۶) جسم کے کس کس حصہ میں گھٹی یا سڑی ہوئی بدبو پائی جاتی ہے خلاً پاخانہ۔ پیشاب تھوک۔ پسینہ۔ لیکوریا وغیرہ میں (۷) پاخانہ۔ پیشاب۔ لیکوریا۔ حیض۔ تھوک وغیرہ کی رنگت اور بناوٹ (۸) کس موسم میں علامات بڑھتی یا گھٹتی ہیں۔ (۹) جسم کی دائیں جانب زیادہ متاثر ہے یا بائیں (۱۰) مرض کس قسم کا احساس پیدا کرتا ہے مثلاً جلن۔ چبھن۔ دکھن کھچاؤ وغیرہ (۱۱) قبض ہے یا دست آتے ہیں (۱۲) زبان کی رنگت کیسی ہے (۱۳) دماغی علامات۔ مریض زیادہ تر کیا سوچتا ہے یا کیسی باتیں کرتا ہے (۱۴) زیادہ تر کون کون سی چیزوں کی خواہش یا نفرت ہے (۱۵) حالات جن سے تکلیف بڑھتی یا گھٹتی ہے (۱۶) مرض کب سے شروع ہوا اور کس طرح بڑھا۔ زندگی میں کون کون سی بیماریاں آئیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

(طبع دوم)

"ہومیوپیتھی کے راز" دوسری مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ملک اور بیرونِ ملک پھیلنے پر بے شمار خطوط شیدایانِ ہومیوپیتھی کے پہنچے جن میں اس اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا کہ اس کتاب میں ہومیوپیتھی کے ایسے حقیقی اور درست خدوخال پیش کیے گئے ہیں جن کے جاننے اور سمجھنے کی اشد ضرورت تھی ہم ان تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہماری محنت کو سراہا اور اس کتاب کو وقت کی ضرورت قرار دیا۔

ہومیوپیتھی علاج کی دستیں اس کے فلسفہ کو درست طور پر دماغ میں بٹھانے سے ہی معلوم کی جا سکتی ہیں۔ ہومیوپیتھی بنی نوع انسان کی بیماریوں کا واحد فطری مداوا ہے لیکن ہم اس سے صرف اس وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب ہم اس کے طریق کار سے پوری طرح واقف ہوں ورنہ اعلیٰ نتائج حاصل کرنا دشوار ثابت ہوں گے۔

ہومیوپیتھس کے فرائض گوناگوں ہیں۔ انہیں خود ہومیوپیتھی کو اچھی طرح سے سمجھنا ہے اور پھر اس علم سے پبلک کو روشناس کرانا ہے کیوں کہ جب تک پبلک کا اعتماد اس

فن پر یقین کی صورت اختیار نہیں کرتا ہم پبلک میں بہترین نتائج پیش نہیں کر سکتے پبلک غیر ہومیو پیتھک نظریات سے مسموم ہے۔ ہومیو پیتھی کے نئے نظریات اس کی عقل میں نہیں آتے۔ اس سلسلہ میں ہمیں بہت زیادہ محنت و مشقت سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہومیو پیتھی اپنے وقت سے ایک سو سال پہلے ظاہر ہو گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت سہی لیکن کیا ہم اپنی تیز تر تگ و دو سے ایک صدی کے فاصلہ کو کم نہیں کر سکتے؟ اگر ایسا ممکن ہے اور یقیناً ممکن ہے تو ہمیں پوری طرح کمربستہ ہو کر اس عظیم علم کو ہر چار سو پھیلا دینا چاہیئے۔ اور پبلک اور حکومتوں کو یہ باور کرا دینا چاہیئے کہ جس آبِ حیات کی تلاش میں ایک دنیا ماری ماری پھر رہی ہے۔ وہ یہی ہومیو پیتھی ہی تو ہے۔

ڈاکٹر عابد حسین ہومیو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

طبع اوّل

افہام و تفہیم کی منازل طے کرتے ہوئے کچھ مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں طائرِ خیال کے پَر جلنے لگتے ہیں، تاہم مشاہدات کی فراوانی دامنِ تصور کو تہی نہیں رہنے دیتی۔

"اصول بامثل" کون و مکاں کا سب سے بڑا راز ہے ... ایک ایسا مرکز جس کے گرد تمام کائنات گھومتی نظر آتی ہے۔

جو کرو گے سو بھرو گے

گندم از گندم بروید جو ز جو

چاہ کن را چاہ در پیش

عمل اور ردِ عمل برابر ہوتے ہیں

کان کا بدلہ کان، ناک کا بدلہ ناک جان کا بدلہ جان

"عدل" خالقِ کائنات کی مرکزی صفت

اُصولِ بامثل ... کائنات کا مرکزی اصول

اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ كَثُرَهُ الْجَاهِلُوْنَ ..... علم تو فقط ایک نقطہ ہی ہے جسے جاہلوں نے بہت بنا دیا ہے ..... اور وہ نقطہ علم ہے ..... عدل۔ توازن ..... اصول بالمثل۔ دو افراد جب آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں تو ان میں سے ہر فرد اپنے آپ کو اسی نقطہ علم کا حامل تصور کرتا ہے۔ دنیا کے جملہ مذاہب بحیالِ خود اسی نقطہ علم کی وضاحت پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ حکومتیں اسی نقطہ علم پر اپنے قوانین کا دارومدار ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہیں خواہ وہ حکومتیں خدا پرست ہوں یا خدا دشمن۔ جنگ میں ہر فریق اپنی فوج کے کانوں میں یہی ایک لفظ پھونکتا دکھائی دیتا ہے۔

یہ تمام کائنات "عدل" کی حامل ہے بجز انسان کے۔ یہ کائنات اپنے خالق کے احکام عدل ماننے پر مجبور ہے لیکن انسان صاحبِ اختیار ہے اور اس اختیار سے عدل پر قائم نہیں رہتا لہٰذا اصولِ بالمثل سے اسے سرزنش کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ہومیوپیتھی اسی اصولِ بالمثل کے ماتحت انسان کے دماغ اور جسم کو اعتدال پر لانے کا نام ہے۔ یہ اب انسان کی اپنی منشاء پر منحصر ہے کہ وہ اس اصول کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور صحت کی دولت سے مالا مال ہو جائے یا اس سے روگردان ہو جائے اور غیر متوازن طبقوں کی زہروں سے اپنے مرض میں اضافہ کر لے اور بے اصولی کی موت کا شکار ہو جائے۔

ابتدائی معلومات کے لئے مصنف کی "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" کا مطالعہ فرمائیں۔ زیرِ نظر کتاب میں "ہومیوپیتھک آرٹ" کی بلندیوں کا تذکرہ کیا

جاتا ہے۔

آخر میں حقیر مصنف دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومتِ پاکستان اور عوام کو یہ صلاحیت عطا فرمائے کہ وہ ہومیوپیتھی کو سمجھ سکیں اور اس سے مستفیض ہوں۔

ناچیز

ڈاکٹر عابد حسین (ہومیو)

ہومیوپیتھی کے بُنیادی تصوّرات

خالقِ کائنات

علم کے اعلیٰ ترین عنوان کے ماتحت صرف دو ہی علوم آتے ہیں۔ ایک دین کا علم اور دوسرا علم الابدان۔ دیگر سائنسیں ہنر اور فن ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ ہر دو علوم غیر مادی تصورات کو حقائق سمجھتے ہیں اور مادی نظام کو ایک طفیلی عنصر۔

ہومیوپیتھی کو اگر عرفِ عام میں سائنس کہا جائے تو ہومیوپیتھی ہی وہ واحد سائنس ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان رکھتی ہے۔ دیگر سائنسوں میں ابھی تک اللہ تعالیٰ کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ شاید اس لئے کہ یہ مادی سائنسیں ابھی تک "نابالغ ہیں" عقل و شعور نے ابھی تک ایک خالق کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ جب ہر کام حسبِ منشا چل رہا ہو تو کسی کو کیا پڑی ہے کہ چلانے والے کی طرف متوجہ ہو!

لیکن جب انسان کا اپنا کام بگڑنے لگا تو اسے اپنے جسم پر غور و خوض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جسم کے اعمال کی جانچ پڑتال ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ انسان قوتِ حیات (VITAL FORCE) تک پہنچا لیکن قوتِ حیات اور مادی جسم کا باہمی تعلق اس کی سمجھ بوجھ سے بالاتر ہی رہا۔ حتیٰ کہ ہانمن اعظم

نے اللہ تعالیٰ کو خالقِ کُل اور عقلِ کُل فرض کرتے ہوئے اس مسئلہ کی پیچیدہ گتھی کو سُلجھا دیا۔

چنانچہ ہومیوپیتھی اس بات پر ایمان رکھتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جس نے اس کائنات کو بہترین معقولیت پر خلق فرمایا ہے۔ ہومیوپیتھی بطور اصول کے یہ تسلیم کرتی ہے کہ خالقِ کائنات نے اپنی تخلیق کی بنیاد صحت پر رکھی ہے اور مرض انسان کی اپنی تخلیق ہے

کائنات اور روحِ کائنات

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو خلق فرمایا اور اس کے اندر روحِ کائنات کو جاری و ساری کر دیا۔ روحِ کائنات۔ ایک ایسی تحریک جو مادی نظام کو مختلف اشکال میں ڈھالتی ہے اور اس میں صفات اور توازن پیدا کرتی ہے۔ روحِ کائنات جو منشائے ایزدی کی حامل ہے اور معقولیت اور صحت کی مظہرِ کامل ہے۔

جسمِ انسانی بھی کائنات کا ایک حصّہ ہے بلکہ خلاصۂ کائنات ہے اور روحِ کائناتِ انسانی جسم کی صحت و بقا کے لئے بھی اسی طرح سے سرگرمِ عمل ہے جس طرح سے دیگر کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں ہے۔

انسان اور روحِ انسانی

اللہ تعالےٰ نے کائنات کو انسان کے لئے خلق فرمایا اور انسان کو اپنے لئے خلق فرمایا۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو انسان کو بھی دیگر کائنات کی طرح اپنے اٹل احکامات کا پابند کر دیتا اور پھر انسان میں کسی طرح کی حکم عدولی کی طاقت ہی نہ رہتی۔ لیکن اس نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا اور یہ شرف

روحِ انسانی کے ذریعہ سے جو اختیار اور عقل کی حامل تھی، انسان کو دیا گیا۔ چنانچہ انسان نے کائنات سے ورثہ میں مادی جسم کی اور روح کائنات پائی اور روحِ انسانی سے اختیار اور عقل۔

صحت اور بیماری

اگر انسان صرف مادہ اور روح کائنات کا مجموعہ ہوتا تو دیگر مادی نظام کی مانند صحتِ کاملہ سے ہم کنار رہتا۔ پھر اگر روحِ انسانی کی شمولیت کے باوجود انسان اپنے اختیار اور عقل کو منشائے خداوندی کے مطابق کام میں لاتا تو بھی اس کے معیارِ صحت سے گرنے کا کوئی امکان نہ ہوتا کیوں کہ منشائے خداوندی میں بیماری کو گوارہ نہیں لیکن وسوساتِ شیطانیہ نے انسان کے عقل و اختیار کو ایسے راستہ پر ڈال دیا جو منشائے خداوندی کے خلاف تھا۔ چنانچہ انسان صحت کے معیار سے گر گیا اور انسان کے اندر بیماری نے جنم لیا۔

بیماری کیسے پیدا ہوتی ہے

جسم کا نظام روحِ کائنات کے ماتحت صحت مندی کے ساتھ چل رہا ہے روحِ انسانی جو عقل و اختیار پر مشتمل ہے، جسم میں غیر فطری تحریکات پیدا کرنا شروع کرتی ہے۔ جسم کے اعضاء میں انقباضی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اعمال میں خلل واقع ہوتا ہے۔ ضروری رطوبات کم و بیش تیار ہونے لگتی ہیں۔ جسم کی صفائی میں تساہل واقع ہوتا ہے اور انجام کار جسم کے مختلف گوشوں میں گندے مواد جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تعفن پیدا ہوتا ہے اور جسم اور اس کے اعضا گلنے سڑنے لگتے ہیں۔

چنانچہ بیماری روحِ انسانی کا فطری ڈگر سے منحرف ہو جانا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ تبدیلیاں بدن میں پیدا بھی ہوتی ہیں وہ بیماری نہیں بلکہ بیماری کا نتیجہ ہیں۔

علاج

مندرجہ بالا بیان کے پیشِ نظر درست علاج یہی ہوگا کہ روحِ انسانی کو اس کے فطری راستہ پر واپس لایا جائے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو جسم اور اس کے اعضاء کے افعال خود بخود درست ہو جائیں گے۔ جسم کے اندر جمع شدہ غلاظتیں خود بخود دور ہونی شروع ہو جائیں گی جسم کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہونے لگے گی اور نتیجہ بالآخر صحت ہوگا۔

توبہ اور اصولِ بالمثل

گناہ اُسے کہتے ہیں جس سے فساد برپا ہو۔ چونکہ انسان اپنے "اختیار" کے غلط استعمال سے فساد برپا کر دیتا ہے لہٰذا وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جسم انسانی کا فساد بیماری کہلاتا ہے اور بیماری انسان کے اپنے غلط اعمال کا نتیجہ ہے۔ ہم اسے خالقِ کائنات کے لطف و کرم کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہماری غلط روی کے جُرم کے باوجود ہمیں بیماری کی سزا سے نجات دینے کے لئے دوائیں عنایت فرمائیں۔ لیکن اس رحمتِ خداوندی کے حاصل کرنے کی دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط توبہ ہے۔

دوسری شرط اصولِ بالمثل کا اجرا ہے۔

اگر ہم نے ان کے اعمالِ بد سے کامل پرہیز کر لی جنہوں نے بیماری کو تحریک دے رکھی ہے تو گویا ہم نے توبہ کر لی۔ پھر اصول بالمثل کے ماتحت دواؤں کا استعمال کر لیا تو ہماری توبہ قبول ہو گئی اور ہم پھر صحت کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ چنانچہ رحمتِ خداوندی بھی حاصل ہوئی تو اصولِ بالمثل

کے ماتحت۔ یہیں نجات بھی حاصل ہو گئی اور اصولِ عدل پر بھی حرف نہ آیا۔

بیماری سے نجات کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے جُرم اور سزا کا لامتناہی سلسلہ ہے۔

پہلا قدم

سلسلۂ خیال کو قائم رکھنے کے لئے ہومیوپیتھی کا پس منظر جو گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے ضروری تھا۔ چونکہ یہ کتاب ہومیوپیتھک آرٹ کی ممکنہ کامل تصویر کشی کے لئے لکھی گئی ہے تاکہ ہمارے قوائے عمل پہلے سے زیادہ مستعدی سے کام کرنے لگیں۔ لہٰذا اب ہم آرٹ کی ان بلندیوں کا ذکر کریں گے جو کامیاب ہومیوپیتھک پریکٹس کی جان ہیں۔

ان تمام تلخ حقائق کے باوجود کہ حضرتِ انسان اپنے تیر کا خود نشانہ بن چکے ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا کی "غلط خیالیوں" کا اور انہوں نے اپنے باپ دادا کی "غلط خیالیوں" کا درثہ نطفہ کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے اور یہ شیطانی سلسلہ اسی طرح سے پہلے انسان تک چلتا چلا گیا ہے۔ ہم ناکردہ اور خودکردہ گناہوں کے مواخذہ میں پکڑ لئے گئے ہیں لیکن بایں ہمہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے، ہم ان تمام بداعتدالیوں سے دست بردار ہو سکتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ اس کے بعد ہم خالقِ کائنات کی رحمت کی طرف متوجہ ہو کر اپنا دامن صحت کے پھولوں سے بھر سکتے ہیں۔

موجودہ دنیا میں (خصوصاً مہذب دنیا میں) ہر شخص بیمار ہے۔ لہٰذا ہمارا واسطہ سراسر ایک بیمار دنیا سے ہے۔ کوئی نوے فیصدی بیمار ہے تو کوئی پچاس فیصدی

سو فیصدی صحت مند ایک بھی نہیں۔ دنیا کی یہ حالت اس امر کی متقاضی ہے کہ تمام دنیا کا میڈیکل ہسٹری شیٹ کھولا جائے اور سب کو ہومیوپیتھک علاج کے تحت رکھا جائے۔ اگر یہ ممکن ہو سکے تو غالباً بصد مشکل بیس فیصدی لوگ اپنی زندگی ہی میں صحت کاملہ حاصل کر سکیں گے اور اپنی اولادوں کو اپنے مرضیاتی اثرات کا چارج نہیں دیں گے ورنہ دنیا کی اسی فیصد آبادی دوسری یا تیسری نسل میں جا کر کامل طور پر صحت مند ہو سکے گی لیکن اگر اس فطری طریق علاج کو نہ اپنایا جائے اور انسانی بیماریوں کے اضافہ کے لئے غیر فطری طریق علاج کو کھلی چھٹی ملی رہے تو پھر بنی نوع انسان کا وہی حشر ہوگا جو بتدریج ہو رہا ہے۔

عالمی بنیادوں پر ہومیوپیتھی پھیلانا اور قائم کرنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں اگر ایلوپیتھی اپنی تمام ہلاکت آفرینیوں کے باوجود صرف پراپاگنڈا کے زور سے پوری دنیا پر مسلط ہو سکتی ہے تو ہومیوپیتھی جو کہ سرتاپا حقیقت ہے۔ عالمی پیمانہ پر پراپاگنڈا کرنے سے کیوں دنیا کا واحد طریق علاج نہیں بن سکتا۔ ضرورت صرف ہمیں بیدار ہو کر کام کرنے کی ہے ورنہ کون سی گورنمنٹ اپنے بجٹ پر ایلوپیتھی کے قطعاً ناجائز اور عظیم ترین بوجھ کو لادے رکھنے کی خواہش مند ہوگی۔ ہومیوپیتھی اس دنیا کا سستا ترین اور اس کے ساتھ ساتھ عین فطری علاج ہے۔ علاج مہنگا ہونے سے علاج نہیں بن جاتا۔ قدرت کاملہ نے انسانی ضروریات کو اس قدر گراں پیدا نہیں کیا ہے۔ نہ تو کوئی علاج مہنگا ہونے سے علاج بن جاتا ہے اور نہ ہی کوئی علاج سستا ہونے سے علاج نہیں رہتا۔ ہوا، پانی اور روشنی کی قیمت ادا کرنا کسی حکومت کے بس کی بات نہیں لیکن یہ تمام چیزیں ابھی تک انسان کو بلا قیمت ہی مہیا

کی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر کینٹ آنجہانی نے ہر ہومیوپیتھ کے تین دائرہ ہائے عمل بیان کئے ہیں جو درج ذیل شکل سے بآسانی سمجھ آسکتے ہیں۔

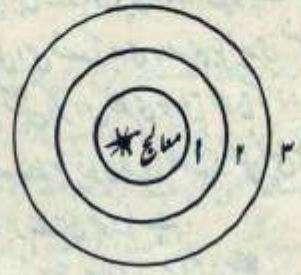

درمیانی نقطہ ہومیوپیتھک معالج ہے۔ پہلا دائرہ وہ لوگ ہیں جو ہومیوپیتھک معالج کے ہاتھ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی موت وحیات کے اختیارات سونپ دیتے ہیں۔ دوسرا دائرہ وہ ہے جہاں لوگ ہومیوپیتھک معالج کی پابندی تو کرتے ہیں لیکن پہلے دائرہ سے کم۔ اور تیسرا دائرہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو بھولے بھٹکے سے اس طرف رُخ کر لیتے ہیں۔ کبھی آجاتے ہیں کبھی چلے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کینٹ فرماتے ہیں کہ ہومیوپیتھک معالج اپنے علم کے بہترین نتائج پہلے دائرہ میں پیدا کر سکتا ہے جو کہ دوسرے دائروں میں ممکن نہیں اور اس کی آئندہ ترقی کا دارومدار اس پہلے دائرہ میں زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرنے پر ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم پہلے دائرہ کے تمام افراد کی ایک لسٹ تیار کریں اور ان کی مکمل اور جامع میڈیکل ہسٹری شیٹیں کھولیں۔

ہر ہومیوپیتھک معالج کو سب سے پہلے اپنا میڈیکل ہسٹری شیٹ کھولنا چاہیئے اپنے تمام غیر فطری علامات اور احساسات کا دائرہ لے کر ان کا مکمل ریکارڈ کرنا چاہیئے ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ ہانمن اعظم نے بہت سی دواؤں کی پروونگ اپنی ذات پر صرف اس لئے کی کہ ان ادویات کے جسم پر اثرات کو زیادہ بہتر سمجھ سکے۔ اسی طرح سے ہومیوپیتھک معالج اپنے جسم کی بیماری کا زیادہ بہتر احساس کر سکتا ہے اور اس کا یہ شعور اُسے دیگر کیسوں میں رہنمائی کرے گا۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا تو کیا ایک ہومیوپیتھک معالج اپنے نفس کا جائزہ لے کر خدا کی مخلوق کی کیفیات کو نہیں پہچان سکتا!

ہومیوپیتھک معالج کی اپنی ذات کے بعد اُس کے والدین، بیوی بچوں اور دیگر ان رشتہ داروں کا نمبر آتا ہے جو سو فیصدی اس کی اطاعت علاج کے معاملہ میں کر سکتے ہوں۔ یہ ہومیوپیتھک معالج کا قریب ترین دائرہ ہے۔ اس خانگی دائرہ میں ہومیوپیتھک معالج پوری طرح سے ہر شخص کی دماغی اور جسمانی علامات کو حق الیقین کے درجہ تک حاصل کر سکتا ہے اور اس دائرہ میں اسے ہر وہ علم حاصل ہو سکتا ہے جو اُسے وسیع پیمانہ پر پبلک کے علاج کرنے میں درکار ہوگا۔ یہ اس خانگی دائرہ کا ہومیوپیتھک معالج پر حق بھی ہے کہ اس کے علم سے فیض یاب ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی صلہ رحمی نہیں کہ معالج ان کی زندگی صحت اور مسرت سے بھر دے اسکے بعد معالج کا ان تمام افراد کو اپنے مشاہدہ اور مطالعہ کا مرکز بنائے رکھنا اس کے فرض میں داخل ہے جو پورے طور پر اس پر ایمان لے آئے ہوں ان قریب ترین دائروں کی پوری محنت سے دیکھ بھال یقیناً اپنا رنگ لائے گی اور ہومیوپیتھک معالج کا قریب ترین دائرہ وسیع ترین ہوتا چلا جائے گا۔

علامات ہی علامات

سوائے خالقِ کائنات کے دیگر ہر چیز دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک اندرونی پہلو ہے اور دوسرا بیرونی۔ اندرونی پہلو حواسِ خمسہ کی پہنچ سے بہت دور ہے۔ شاید قوتِ متخیلہ اس اندرونی پہلو کا کچھ اندازہ کر سکے۔ اس اندرونی پہلو کو ہم روحِ کائنات کے نام سے یاد کریں گے۔ بیرونی پہلو مادی ہے اور اس پہلو کو ہم حواسِ خمسہ سے محسوس کر سکتے ہیں۔

ان دو پہلوؤں میں سے روحانی پہلو اس وجہ سے اوّل ترین ہے کہ اس کے بغیر مادہ میں نشوونما کی طاقت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔

کائنات کی ہر چیز ان دو سے مرکب ہے البتہ کہیں کہیں مادہ کی آمیزش یکساں نہیں ہے۔ کہیں مادہ زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے اور کہیں کم مقدار میں۔ زیادہ مقدار میں مادہ کے پائے جانے کی مثال پتھر، نباتات، جاندار وغیرہ میں اور کم مقدار میں مادہ بجلی، ہوا، روشنی وغیرہ میں ملتا ہے۔ حواسِ خمسہ سے معلوم ہو سکنے والی ہر چیز مادی پہلو ضرور رکھتی ہے۔

مادہ میں نشوونما روحِ کائنات کی بدولت ہے اور روح "امر اللہ" ہے۔ جس جس طرح سے روح مادہ میں نشوونما کرنا چاہتی ہے خدا کے حکم سے کرتی ہے مادہ کو نئی نئی شکلیں دیتی ہے کہیں خوبصورت پودے لگاتی ہے۔ کہیں متحرک

جاندار پیدا کرتی ہے۔ کہیں بیش قیمت دھاتوں اور جواہرات کی تشکیل کرتی ہے چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اصل چیز پنہاں ہے لیکن اس کے اثرات ہمارے سامنے ہیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ وجہ (CAUSE) نظر نہیں آ رہی لیکن اس کی کارکردگی (EFFECTS) ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہمارے حواسِ خمسہ اس سے مانوس ہو سکتے ہیں۔

ہم ایک چیز کا فرق دوسری چیز سے حواسِ خمسہ کے ذریعہ سے معلوم کرتے ہیں۔ ایک پیپل کے درخت کو شیشم کے درخت سے خاص خاص علامات کے ذریعہ سے الگ پہچان لیتے ہیں۔ ایک جانور سے دوسرے جانور سے پہچاننے کا بھی یہی اصول ہے۔ بہ الفاظِ دیگر ہمارے سامنے علامات ہی علامات ہیں اور ہمارا تمام تر علم ان علامات کے گرد گھومتا ہے۔ ہمارا واسطہ دن رات ان علامات ہی سے پڑتا ہے حالانکہ اصل چیز جو ان علامات کو وجود میں لانے کا سبب ہے ہماری نظروں سے پنہاں ہے۔

کائنات کا اصل سبب خالقِ کائنات کی مانند ہماری سمجھ بوجھ سے بلند و بالا ہے۔ جب تک ہم علامات کی دنیا میں رہتے ہیں ہمارا دماغ ٹھکانے رہتا ہے لیکن جیسے ہی ہم علامات کی دنیا سے باہر قدم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ہمارے تمام حواسِ عقلیہ مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اگر سبب (CAUSE) نظر نہیں آتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ موجود ہی نہیں ہے البتہ چونکہ ہمیں صرف اس سبب کی کارکردگی (EFFECTS) کا مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کی تکلیف دی گئی ہے لہٰذا ہم اپنے علم کا مرکز ان علامات

ہی کو قرار دیتے ہیں۔

ہمیں مادی اجسام کی علامات اور ان کے طریقِ کار میں مکمل نظم و نسق اور کامل ضابطہ ملتا ہے جو بلاشبہ اپنے سبب (CAUSE) کی ہستی کا پورا پورا ثبوت ہے۔

دُنیا کی کوئی سائنس وجود میں نہ آسکتی، اگر یہ نظم و نسق اور ضابطہ موجود نہ ہوتا یہ انسانی عقل کی انتہائی توہین ہے کہ اسے اس امر کے ماننے پر مجبور کیا جائے کہ یہ مادہ اور اس کی مختلف شکلیں خود بخود ایسے ہی عالمِ وجود میں آگئیں۔ آخر اس "خود بخود" کی کیا توضیح ہے؟

چونکہ ہمیں یقینِ کامل حاصل ہے کہ مادی دنیا کا ہر ذرّہ ایک خاص ضابطہ کا حامل ہے لہٰذا ہم پوری سنجیدگی اور اطمینان کے ساتھ اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں اور اس مطالعہ سے جو کچھ ہمیں حاصل ہو اس سے درست ترین نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

چنانچہ اب وسیع ترین "علامات" کا مشاہدہ اور مطالعہ ہمارے سامنے ہے۔

علامات اور اُن کا پیغام

جب تمام سائنسیں مختلف اشیاء کی علامات ہی ریکارڈ کرتی ہیں تو یہ اصول انسان کے بارے میں کیوں ترک کیا جائے۔

ایک تندرست جسم میں تندرست علامات ہی پائی جائیں گی۔ بھوک باقاعدہ لگے گی۔ پیشاب مناسب مقدار میں مناسب وقفہ کے بعد آئے گا تمام جسم میں درد اور بے چینی کا نام نہ ہوگا۔ جملہ اعضا اپنے فطری وظائف ادا کر رہے ہوں گے۔ دماغ تقاضائے عدل کے مطابق سوچے گا۔ غرضیکہ ہر طرف صحت مندانہ ہم آہنگی پائی جائے گی لیکن جیسے ہی جسم میں غیر فطری واقعات و حادثات پیدا ہوں گے سر سے پاؤں تک بے چینی کی لہر دوڑ جائے گی۔ اور کم و بیش ہر عضو وظائف فطری سے بھٹک جائے گا۔ شروع شروع میں احساسات پیدا ہوں گے جو بقول غیر ہومیوپیتھک طبیوں کے "خیالی بیماریاں" ہیں۔ بعد ازاں جب متواتر ایک غلط لائن پر کام کرتے رہنے کی وجہ سے جسم کی ساختیں بدلنی شروع ہو جائیں گی تو ایسی ایسی بوسیدگیاں دیکھنے میں آئیں گی کہ دیکھنے والے کی روح کانپ اُٹھے گی۔ غیر ہومیوپیتھک طبیں جن اعضاء کو آسانی سے قطع کر سکتی ہیں قطع کر دیں گی حالانکہ وہ غیر محسوس سبب جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، اُسی طرح سے جاری و ساری ہوگا۔ یہ جڑھ کو چھوڑ

کر شاخوں کی قطع برید کرتا ہے۔ ہومیو پیتھی مرض کی جڑ ھ کو کاٹتی ہے لیکن غیر ہومیو پیتھک طبیبں شاخوں کو کاٹتی ہیں۔

فطرتِ کاملہ کا ہر سگنل بامعنی ہے۔ جب تمام عالم ہی بامعنی ہے تو علامات مرض کا بے معنی ہونا چہ معنی دارد۔ جسم انسانی میں ہر چھوٹی سے چھوٹی علامت معنی رکھتی ہے۔ جیسے جسم کے کسی دور افتادہ حصّہ پر رینگتی ہوئی ننھی سی چیونٹی کا ادراک دماغ میں فوراً ہوتا ہے۔ اسی طرح سے جسم کے کسی حصّہ میں کسی غیر فطری روش کا احساس فوراً دماغ کو ہو جاتا ہے۔

علامات جسم ایک باضابطہ زبان ہے جو ہمارے سامنے اس لئے پیش کی جاتی ہے کہ ہم اُس زبان کے ہر ہر حرف کو سمجھیں نوٹ کریں اور اس بامعنی عبارت کا مفہوم سمجھ کر اس کے مطابق عمل کریں۔

یہ علامات اس لئے ہمارے سامنے پیش نہیں کی گئیں کہ ہم ان کا گلا گھونٹ دیں یہ جسم کی واحد کیفیت کے مختلف اعضا سے نکلتے ہوئے سگنل ہیں جن کی روشنی میں ہم نے جسم کی واحد کیفیت کو اخذ کرنا ہے۔

ایک جسم۔ ایک بیماری اور ایک دوا کے تخیل کو سامنے رکھئے۔ بہت سی علامات جو ایک جسم میں پیدا ہو رہی ہیں۔ انہیں بہت سی بیماریاں مت تصوّر کیجئے۔ بلکہ ان تمام علامات کو یک جا کر کے ان اشارات کی روشنی میں واحد دوا کی تلاش شروع کر دیجئے۔

اب ایک جسم میں آپ کو مختلف اعضاء کی بناوٹ اور ان کے وظائف کے مطابق علامات ملیں گی۔ سر سے بال گر رہے ہوں گے۔ دماغ میں درد ہوگا

آنکھیں پُر آشوب ہوں گی۔ نگاہ کم ہو رہی ہوگی۔ کانوں کی شنوائی درست نہ ہوگی۔ دانت گل سڑ رہے ہوں گے۔ مسوڑھوں سے پیپ اور خون نکل رہا ہوگا۔ زبان پر چھالے ہوں گے۔ ذائقہ خراب ہوگا گلے کے غدود پھولے ہوئے ہوں گے۔ آواز بیٹھی ہوئی ہوگی۔ چھاتی بلغم سے پُر ہوگی۔ پھیپھڑوں میں غار پڑ چکے ہوں گے۔ معدہ میں کھٹاس بھری ہوگی۔ جگر دکھتا ہوگا۔ پیشاب جل کر آتا ہوگا۔ انتڑیوں میں زخم ہوں گے۔ مقعد بواسیری مسّوں سے پُر ہوگی۔ اعضائے تناسلی اپنا فعل درست طور پر سرانجام نہ دیتے ہوں گے۔ ٹانگوں پر پھنسی پھوڑوں نے قبضہ جما رکھا ہوگا۔ غرضیکہ تمام اعضائے جسم دہائی دے رہے ہوں گے اور یہ دہائی صرف ایک ہی کیفیت جسم کی نمائندہ ہے اور ایک جسم کے تمام اعضا صرف ایک ہی دوا کو طلب کر رہے ہیں۔ یہ تمام الگ الگ بیماریاں نہیں ہیں۔ اور بقول غیر ہومیو پیتھک طبیوں کے پہلے جگر کا علاج کر لیا جائے تو پھر گلے کے غدودوں کا علاج کیا جائے گا اکھنے کی ضرورت نہیں۔

جب تک ہومیو پیتھس اس مرکزی ہومیو پیتھک نظریہ کے ماتحت اپنے علم و عمل کو ترتیب نہ دیں گے ان کا انجام غیر ہومیو پیتھک طبّوں کے معالجین سے بھی بدتر ہوگا وہ طبیبں کم از کم تیز مادی ادویات کے سہارے مریض کو ظاہری طور پر سنبھالے رکھتی ہیں جس سے مریض مطمئن رہتا ہے لیکن ہومیو پیتھک دوا کا ردِّ عمل جس میں مریض کو کافی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ مریض کو ہومیو پیتھک معالج سے بدظن کر دینے کے لئے کافی ہے البتہ اگر ہومیو پیتھک معالج درست ترین ہومیو پیتھک لائنوں پر علاج کرتا ہے اور نتیجۃً لوگ کامل طور پر شفایاب ہو جاتے ہیں تو لوگ اس پُل صراط سے بھی گزرنے پر خواہی نخواہی آمادہ ہوتے چلے جائیں گے۔

علامات کی قسمیں

تمام علامات جسم بامعنی ضرور ہیں لیکن واحد دوا کی تلاش میں تمام علامات یکساں اہمیت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم دو انسانوں میں تفریق کرنا چاہیں اور ان کے نشانات جسم کو اس طرح سے ریکارڈ کرنا شروع کر دیں کہ ایک کی دو آنکھیں ہیں اور دوسرے کی بھی دو آنکھیں ہیں۔ ایک کے دو کان ہیں اور دوسرے کے بھی دو کان ہیں وغیرہ وغیرہ تو ہم کسی صورت میں بھی اُن میں تمیز نہ کر سکیں گے۔ البتہ اگر ان تمام اعضائے جسمانی کی عضوی یکسانیت کے بعد ہم یہ کہیں گے کہ ایک پست قامت ہے اور دوسرا طویل القامت۔ ایک کا رنگ سیاہ ہے اور دوسرے کا سفید۔ یا ایک دُبلا پتلا ہے اور دوسرا موٹا تو ہم چند ایسی علاماتِ فارقہ کو بیان کریں گے جن سے ہم حتمی طور پر ایک دوسرے سے شناخت کر سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کے تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ پر پُر اہمیت ہیں لیکن ہمیں ان میں علاماتِ فارقہ کے ذریعہ سے تفریق کرنے کی ضرورت ہی اسی لئے لاحق ہوئی کہ ان کے اعضاء میں یکسانیت تھی۔ ورنہ ایک چوپائے اور ایک درخت میں تمیز کرنے کے لئے کسی لمبے چوڑے منطق کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ جسمِ انسانی میں پیدا ہونے والی تمام علامات یکساں اہمیت نہیں

رکھتیں۔ وہ تمام علامات جو تمام بیمار جسموں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں ایک مخصوص دوا کی تلاش کے مدِ نظر کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ بخار، اسہال۔ سر درد، بواسیر، بے خوابی، زخم وغیرہ اپنے طور پر یا کم از کم مریض کے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں لیکن تلاشِ دوا میں ان کا نمبر صفر ہے یہ تمام "بیماریاں" یا علامات بے شمار مریضوں اور دواؤں میں پائی جاتی ہیں لہٰذا ہمیں ان علاماتِ فارقہ کی ضرورت ہے جو دو بخار کے مریضوں، دو اسہال کے مریضوں یا دو سر درد کے مریضوں میں امتیاز کر دیں اور ہم آسانی سے ایک مریض کی واحد دوا کو پہچان لیں۔

آپ کو چاہیئے کہ اپنی طبی ضروریات سے پبلک کو مطلع کریں تاکہ وہ اپنے کیسوں کی علامات ہومیوپیتھک نقطۂ نظر سے آپ کو بیان کرے اور آپ کو تجویزِ دوا میں آسانی ہو ورنہ ایک ایسے مریض کی علامات جس کا صرف قاصد آپ تک پہنچتا ہے آپ کو بالکل ناکافی ملیں گی اور آپ کی تشخیص و تجویز غیر یقینی علامات پر مبنی ہوگی۔ آپ اپنے مطب کی مریضوں کی پرچی کی پشت پر ضروری علامات سوالیہ شکل میں چھپوالیں تاکہ ہر مریض کو ان ضروری علامات کے بیان کرنے میں آسانی ہو ورنہ اُسے تو صرف اپنے بخار یا سر درد کے دُور ہونے سے غرض ہے۔ آپ کی فنی ضروریات کا اُسے کیسے علم ہو سکتا ہے۔

(منسلکہ پرچی کا نمونہ ملاحظہ ہو) صفحہ ۱۰۰۹

علامات کے بارے میں اس قدر اور یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر علامت نمایاں اور واضح طور پر مریض میں پائی جانی چاہیئے ورنہ اُسے تجویز

دوا کی بنیاد بنانا تجویز دوا کو غیر یقینی بنا دے گا۔ اگر کم از کم تین نمایاں اور مستقل علامات کسی دوا میں مل جائیں تو عموماً وہی دوا کیس کی دیگر تمام علامات پر حاوی ہوگی۔

چنانچہ علامات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی عام علامات جو تقریباً تمام کیسوں اور تمام دواؤں میں پائی جاتی ہیں۔ دوسری خاص علامات جو ایک کیس کی دوسرے کیس سے ایک ہی طرح کے مرضیاتی حالات میں تفریق کرتی ہیں اور یہی علامات ہومیوپیتھک تجویز دوا کے لئے مطلوبہ علامات ہیں۔

دماغی علامات ہر کیس میں پہلا درجہ رکھتی ہیں۔ اگر کسی کیس میں کسی دوا کی دماغی علامات پوری شدت سے پائی جائیں تو ہم دیگر تمام جسم کی ہر قسم کی جسمانی علامات کو نظر انداز کر دیں گے۔ نظر انداز کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیگر جسمانی علامات بے معنی ہیں بلکہ دیگر تمام جسمانی علامات اس دوا کی جسمانی علامات سے ضرور ہی مطابق ہوں گی۔ اگر بالفرض مطابق نظر نہ بھی آئیں تب بھی ہم دماغی علامات کے مقابلہ میں انہیں اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں اور یہاں پر ہم اپنے اس دعوے کو کہ تمام جسمانی بیماری کا منبع دماغ ہے آپ کے غور و فکر کے لئے پیش کرتے ہیں۔

عظیم کینٹ نے علامات کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک عام علامات (COMMON SYMPTOMS) دوسری جنرل علامات GENRAL (SYMPTOMS) آپ فرماتے ہیں کہ جنرل علامات فوج کے جرنیلوں کی مانند ہیں۔ جیسے جرنیل عام سپاہیوں وغیرہ پر کمانڈ کرتے ہیں اسی طرح سے جنرل

علامات عام علامات پر کمانڈ کرتی ہیں۔ اگر کسی کیس کی چار پانچ مضبوط جنرل علامات مل جائیں تو دیگر تمام علامات ان کی مطابعت میں ہوں گی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق سو میں سے ننانوے کیسوں میں صرف جنرل علامات کے ذریعہ سے ہی درست دوا تجویز کی جا سکتی ہے۔

تین وحدتیں

جسم کے کسی اکیلے عضو کو ایک وحدت قرار دے کر علاج کرنا قطعاً غیر ہومیوپیتھک نظریہ ہے لیکن اکثر ہومیوپیتھک معالجین اکیلے اکیلے عضو کا علاج کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی بدیہی وجہ یہی ہے کہ یا تو ہومیوپیتھک نظریہ کو اپنایا ہی نہیں گیا یا پھر اس بنیادی نظریہ کو سمجھا ہی نہیں سکے۔ ایک جسم کے اعضاء کی الگ الگ بناوٹ جس میں ایک ہی نظامِ اعصاب کام کرتا ہے۔ ایک ہی روح بستی ہے ایک ہی خون گردش کرتا ہے۔ ان اعضاء کو الگ الگ وحدتیں کیسے بنا سکتی ہیں صرف بناوٹ کے الگ الگ ہونے سے کیا کسی عضو کی کوئی کیفیت باقی جسم سے الگ ہو سکتی ہے اگر نہیں تو پھر کسی ایک عضو کی خرابی صرف اس ایک عضو کی خرابی کیوں تصور کی جائے۔ کیوں نہ ان تمام جسم کو سامنے رکھا جائے جس نے اس عضو کو خراب ہونے دیا ہے۔ لہٰذا جب ہم کسی فرد کی میٹیریا میڈیکا شیٹ تیار کرنے لگیں گے تو ہم اس پورے جسم کا جائزہ لیں گے جس کا کوئی ایک عضو یا زیادہ اعضاء خراب ہو چلے ہوں۔ بلاشبہ ہم متاثرہ عضو کی پوری وضاحت سے علامات نوٹ کریں گے لیکن اس کے باوجود تمام جسم کی مجموعی علامات ہی ہمیں درست ترین نتائج تک پہنچا سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک جسم کو ایک وحدت (ONE UNIT) سمجھنا ہمارے دماغی توازن کو قائم کرنے کے لئے پہلی

بنیادی ضرورت ہے۔

دوسری وحدت ایک جسم میں صرف ایک بیماری کا قیام ہے۔ یہ غلط ہے کہ انسان اس دنیا میں آکر مختلف بیماریاں حاصل کرتا ہے۔ بیماری ایک ہی ہے جو نطفہ کے ذریعہ سے انسان کو ودیعت ہوتی ہے۔ انسان پیدائش سے پہلے ہی ایک ایسی دماغی اور جسمانی کیفیت کا حامل ہوتا ہے جو پیدا ہونے کے بعد اُن حالات کے مطابق بڑھتی رہتی ہے جس میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔ یہ عالمِ آب و گل ایک سو فیصدی تندرست انسان کے لئے مسرت کا گہوارہ ہے لیکن ایک مریض روح و جسم کے لئے کانٹوں کا بستر ہے۔ ایک تندرست جسم، چیچک، خسرہ، تپ محرقہ، سل، ہیضہ، انفلوئنزہ اور دیگر ہر طرح اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہتا ہے لیکن ایک بیمار جسم قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی ایک جسم میں کسی ایک مخصوص کیفیت کی تلاش ہونی چاہیئے جو اس جسم کی انفرادی کیفیت ہوگی اور وہ کیفیت ایک وحدت ہے جو مریض کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہے اور تمام عمر اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

تیسری وحدت صرف ایک دوا ہے جو اس مریض جسم کے لئے درکار ہے۔ یہ دوا مریض جسم ماں کے پیٹ سے طلب کرنا شروع کرتا ہے اور مرتے دم تک مانگتا چلا جاتا ہے۔ تمام عمر اس ایک دوا کے بتدریج خراب سے خراب تر مدارج طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر ایک بچہ کلکیریا کارب کو طلب کرتا ہوا پیدا ہوتا ہے تو مرتے دم تک اس کے جسم و روح کی پکار کلکیریا کارب ہی ہوگی۔

بعض ہومیو پیتھس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ دواؤں پر دوائیں بدلتے چلے جاتے ہیں یا کئی ایک دوائیں اکٹھی ملا کر دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی صاف صاف وجہ یہی ہے کہ انہوں نے کیس لینے پر اتنی محنت ہی نہیں کی کہ جسم اور مرض کی انفرادیت کو پہچان سکیں۔ انہیں ڈاکٹر کینٹ کے وہ کیس پڑھنے چاہئیں جن میں وہ علاماتِ مرض کی متواتر اور انتہائی شدت کے باوجود سالہا سال تک ایک ہی دوا پر جمے رہے ہیں اور انجام کار مریض کو موت کے غار سے باہر کھینچ لیا ہے۔ اگر پبلک اس طریقِ علاج کی اسکیم پر پابند نہیں رہتی تو اسے حقیقتِ حال سے اس طرح سے آگاہ کریں کہ وہ پابند رہ سکے۔ پبلک آپ کو اپنے اصولوں پر کاربند رکھنے کی ذمہ دار نہیں ہے۔

چنانچہ ان تین وحدتوں کا تصور ہومیو پیتھک آرٹ کی جان ہے۔ ہمارے سامنے ایک جسم۔ ایک بیماری اور ایک دوا رہنا چاہیئے ورنہ ہمارے نتائج غیر ہومیو پیتھک نتائج سے کچھ زیادہ مختلف نہ ہوں گے۔

کیس ریکارڈنگ

ہانمن اعظم کے کہنے کے مطابق ہومیو پیتھک آرٹ کا نصف حصہ مریض کی ہسٹری ریکارڈ کرنا ہے۔ غالباً اکثر ہومیو پیتھس کا کمزور ترین پہلو یہی ہے۔ اگر مریض کی علامات فنکارانہ طور پر ریکارڈ کر لی جائیں تو دوا کی تلاش بہت آسان ہو جاتی ہے۔

میں نے مندرجہ ذیل طریقہ اکثر کامیاب ہوتے دیکھا ہے۔

ہانمن اعظم کے کہنے کے مطابق مریض کو اپنی زبان میں حالات بیان کرنے دیں اور ضروری باتیں نوٹ کرتے چلے جائیں۔ جب مریض کا بیان ختم ہو جائے تو اس سے مندرجہ ذیل امور کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

مریض کے اعضائے جسم کے روزمرہ کے وظائف چیک کریں۔ یاد رہے کہ ہر عضو یا اعتدال پر ہوگا یا اعتدال سے بڑھ کر کام کر رہا ہوگا یا اعتدال سے کم وظائف ادا کر رہا ہوگا۔ مثلاً نیند یا زیادہ آتی ہوگی یا کم یا اعتدال پر ہوگی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل وظائف کی کیفیت معلوم کریں۔

پاخانہ
پیشاب
پسینہ

منہ کی خشکی یا تری
پیاس
بھوک
ذائقہ (خصوصاً جاگنے پر)
نیند
زبان کی رنگت
ہاتھ پاؤں (سرد۔ گرم۔ پسینہ)

ان وظائف کے چیک کرنے سے اکثر دوا کی طرف اشارہ مل جائے گا۔ ان کے علاوہ درج ذیل امور کے متعلق تفصیلات معلوم کریں۔

مریض سردی زیادہ محسوس کرتا ہے یا گرمی
وقت جب کہ علامات شدت اختیار کرتی ہیں۔
مقام جہاں علامات زیادہ تر پیدا ہو رہی ہیں۔
درد کی نوعیت (جلن دار۔ چبھن دار وغیرہ)
بُو (مختلف رطوباتِ جسمانیہ سے)
رنگ (اخراجاتِ جسم کا)
موسم جس میں تکلیف بڑھ جاتی ہے
جانب (جسم کی کون سی جانب زیادہ متاثر ہے)
خارش۔
نفخ۔

حرکت یا سکون کا جسم پر اثر
سوزاک۔ آتشک یا سِل و دق کی ہسٹری
دماغی علامات (اگر نمایاں ہوں)

میں نے اکثر مندرجہ بالا علامات کے ذریعہ سے منٹوں میں درست دوا کو ڈھونڈ نکالا ہے اور میرے ناقص خیال میں یہ طریقہ کیس ریکارڈنگ کے فن میں (SHORT CUT) کی حیثیت رکھتا ہے۔

فقط اتنا خیال رہے کہ جس علامت کو آپ وزن دیں اس میں دو باتیں ضرور پائی جائیں۔

پہلی۔ علامت نمایاں اور شدید ہو۔
دوسری۔ علامت مستقل طور پر پائی جائے۔

کم نمایاں یا غیر مستقل علامات کا ریکارڈ آپ ضرور کریں لیکن اس پر آپ تجویزِ دوا نہ کریں۔ ایسی علامات دوا کی تصویر کشی میں کام دے جاتی ہے لیکن ان پر تکیہ کر کے دوا کو تجویز نہیں کیا جا سکتا۔

دوا کی تلاش

معالج کے ذہن میں ادویات کی تصاویر موجود ہونی چاہئیں تاکہ جب کوئی نمایاں اور مستقل علامت کسی ایک دوا کی طرف اشارہ کرے تو معالج فوراً یہ فیصلہ کر سکے کہ کیا کیس کی جملہ علامات اس دوا کی علامات سے مطابقت رکھتی ہیں۔ ادویات کی تصاویر اکیلی اکیلی دوا کو میٹریا میڈیکا سے مطالعہ کرنے پر رفتہ رفتہ ذہن میں اجاگر ہونے لگیں گی۔ میٹریا میڈیکا مستقل طور پر معالج کے زیر مطالعہ رہنا چاہیئے۔

کیس ریکارڈنگ میں دیئے گئے اشارات ہماری توجہ فوراً مندرجہ ذیل ادویات کی طرف مبذول کرتے ہیں۔

پاخانہ: قبض:۔ برائی اونیا۔ نکس وامیکا۔ نیٹرم میور۔ سلفر۔
اسہال۔ آرسنک البم۔ ایلوز۔ چائنا۔ کروٹن ٹگلیم۔ لوڈوفائیلم۔
وریٹرم البم۔

پیشاب:۔ جلن دار۔ بار بار۔ کینتھرس۔ نکس وامیکا۔ کیفے بس شائیوا۔

پسینہ:۔ زیادہ مقدار میں، مرکیورس سال
پسینہ غائب:۔ سلفر

منہ خشک بمعہ پیاس:۔ برائی اونیا۔ نیٹرم میور۔ آرسنک البم سلفر

خشک بغیر پیاس، پلسٹلا
پانی بہت آئے، مرکیورس سال

پیاس:۔ نمایاں، برائی اونیا۔ آرسنک البم۔ نیٹرم میور۔ سلفر
ندارد، پلسٹلا۔ جیلسیمیم

بھوک پیاس زیادہ بھوک ندارد۔ سلفر

ذائقہ کڑوا، نیٹرم سلف۔ برائی اونیا
ترش، نکس وامیکا

نیند بکثرت، اوپیم

زبان صاف، آرسنک البم۔ اپی کاک
سفید تہ، کالی میور۔ برائی اونیا
سیاہ، آرسنک البم
سفید۔ کنارے سرخ، سلفر

ہاتھ پاؤں جلتے ہیں، سلفر
صرف پاؤں جلتے ہیں، پلسٹلا
صرف ہاتھ جلتے ہیں، نا سفورس
ہتھیلیوں میں پسینہ، سلفر
پاؤں میں پسینہ بدبودار، سلیشیا

سردی، گرمی، سردی زیادہ محسوس ہوتی ہے، آرسنک البم، سوراینم۔
گرمی زیادہ محسوس ہوتی ہے، سلفر۔ نیٹرم میور۔

وقت :- صبح، نکس وامیکا

دوپہر سے قبل : نیٹرم میور

دوپہر کے بعد، آرسنک البم

پچھلا پہر اور شام، پلسٹلا، لائیکوپوڈیم

تمام رات : رسٹاکس، مرکیورس سال

آدھی رات سے پہلے، برائی اونیا

آدھی رات کے بعد، آرسنک البم نکس وامیکا۔

مقام :- ماتھا اور کنپٹیاں، بیلاڈونا

منہ اور گلا، بیلاڈونا۔ مرکیورس سال

چھاتی، برائی اونیا۔ فاسفورس

معدہ، نکس وامیکا

بازو اور ٹانگیں، رسٹاکس

جگر، نکس وامیکا۔ نیٹرم سلف

درد :- جلن دار، سلفر۔ آرسنک البم

یکدم پیدا ہوں اور یکدم ختم ہو جائیں، بیلاڈونا

یکدم پیدا ہوں اور آہستہ آہستہ ختم ہوں، پلسٹلا

آہستہ آہستہ پیدا ہوں اور آہستہ آہستہ ختم ہوں، سٹینم

بُو اخراجات سے سڑی ہوئی بُو آئے۔ آرسنک البم

سورائینم، کالی فاس۔

کھٹی بُو، کلکیریا کارب

رنگ پیلا اور سبز اخراج، پلسٹلا۔ نیٹرم سلف

پانی کی مانند اخراج : نیٹرم میور

موسم سرما، آرسنک البم۔ سورائینم

گرما، سلفر، نیٹرم میور

برسات، نیٹرم سلف

جانب :- دائیں جانب، برائی اونیا۔ لائیکوپوڈیم۔ بیلاڈونا

بائیں جانب، لیکیسس

خارش :- سلفر۔ سورائینم۔ آرسنک البم

نفخ :- کاربو ویج۔ چائنا۔ لائیکوپوڈیم

ریاح بدبودار، کاربو ویج

حرکت اور سکون :- حرکت سے تکلیف بڑھے، برائی اونیا

حرکت سے آرام آئے، رسٹاکس

سوزاک تازہ، کینے بس سٹائیٹوا۔ کینتھرس

پرانا، سلفر

سوزاک کے بعد نامردی، اگنس کاسٹس

آشکی ہسٹری :- مرکیورس سال۔ سفلینم

دماغی علامات :- چڑچڑا پن : نکس وامیکا

نرم اور رونے والا مزاج، پلسٹلا

مندرجہ بالا اشارات کے لکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ علامات کی مکمل فہرست ہے بلکہ ان اشارات سے اکثر و بیشتر درست دوا کی طرف قلیل ترین وقت میں رہنمائی ہوتی ہے۔ آپ اس لسٹ میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔

روزمرّہ کی دوائیں

مندرجہ ذیل دوائیں ہومیوپیتھک معالج کی روزمرہ کی پریکٹس میں بہ فیضی کام آتی ہیں۔

نکس وامیکا۔ بیلاڈونا۔ سلفر۔ پلسٹلا۔ آرسنک البم۔ برائی اونیا۔ رسٹاکس اپی کاک۔ مرکیورس سال۔

ایکونائٹ اس لسٹ میں شامل نہیں کی گئی۔ اس دوا کو سرِفہرست ہونا چاہیئے تھا مگر اکثر مریض اُس وقت ہومیوپیتھک معالج کے پاس آتے ہیں جب کہ اس دوا کے استعمال کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

اس ۹ دواؤں کی لسٹ میں غالباً نکس وامیکا سب سے زیادہ استعمال میں ہوتی ہے۔

جب کوئی پرانا کیس آپ کے پاس پہلی دفعہ آئے تو آپ سب سے پہلے یہ فیصلہ کریں کہ اس کیس کو نکس وامیکا یا سلفر کیوں نہ دیا جائے۔

اگر آپ نے ان ۹ دواؤں کو اچھی طرح سے سمجھ لیا تو گویا ہومیوپیتھی کو نصف سے زیادہ سر کر لیا۔

کیا ایسے ہومیوپیتھک معالجین جو دواؤں کو بدل بدل کر دیتے ہیں یا مرکبات کا سہارا تلاش کرتے ہیں، یہ چند دوائیں اچھی طرح سے یاد نہیں

کر سکتے۔ ایلو پیتھک معالجین جو غالباً ہومیو پیتھی کی "طوالت" سے گھبراتے ہیں۔ ان کے لئے صلائے عام ہے۔

علاج کا بہترین وقت

علاج کے لئے تین بہترین اوقات ہیں۔

پہلا بچپن

بچپن میں قوتِ حیات "بھڑکی" ہوئی ہوتی ہے اور جسم سے گندے اور فاسد مواد دفع کرنے پر پوری طرح سے آمادہ ہوتی ہے۔ نیز جسم اور اس کے اعضا تازہ اور ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

دوسرا: جب مادی تبدیلیاں پیدا نہ ہوئی ہوں

یہ کیفیت بالعموم چالیس سال کی عمر تک قائم رہتی ہے۔ اس کے بعد جسم بوسیدہ ہونے لگتا ہے، اعضا زنگ آلود ہونے لگتے ہیں۔ فعلی تبدیلیاں مادی تبدیلیوں میں بدلنی شروع ہو جاتی ہیں۔

تیسرا: حاد بیماریاں خصوصاً تپِ محرقہ

اگر حاد بیماری کا باقاعدہ ہومیو پیتھک علاج ہو جائے تو جسم کی بہت سی کثافتیں دور کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ حاد بیماری ہومیو پیتھک علاج کے ماتحت مریض کے

لئے رحمت بن جاتی ہے۔ حاد بیماری میں بھی طبیعت مدبرۂ بدن بہت تیز ہوتی ہے اور اسے درست لائن پر چلانے سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تپِ محرقہ خصوصیت کے ساتھ موزوں ترین حاد مرض ہے جس میں مزمن مرض کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

جب ہم پرانے مریض کا ہومیو پیتھک علاج کرتے ہیں تو درحقیقت ہم اُس وقت بھی قوتِ حیات ہی کو بھڑکاتے ہیں۔ اگر یہ قوتِ حیات از خود مرض کے دفیعہ پر اچھی طرح سے تلی ہوئی ہو تو ہمارا کام اور بھی سہل ہو جاتا ہے۔

دورانِ حمل میں بھی مریض کی مزاجی اور دبی ہوئی علامات بہت کچھ اُبھر آتی ہیں اور ہمیں تجویزِ دوا میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

کیس کا چلانا

(CASE CONDUCTION)

کیس ریکارڈنگ کے بعد ہومیو پیتھک آرٹ میں "کیس کا چلانا" دوسرا اور آخری ضروری مسئلہ ہے۔ دوا کی تلاش کیس ریکارڈنگ کے ساتھ وابستہ ہے۔

کیس کا چلانا موٹر ڈرائیونگ کی مانند ہے۔ ایک ماہر ڈرائیور موٹر کو کنٹرول میں رکھتا ہے اور ایکسیڈنٹ وغیرہ سے بچا کر منزلِ مقصود پر بخیریت پہنچ جاتا ہے۔

ہومیوپیتھی کے راز

موٹر کا چلانا بھی ایک فن ہے خاص طور پر جب کہ راستہ غیر ہموار ہو اور ایکسیڈنٹ کا ہر لحظہ خطرہ درپیش ہو۔ اسی طرح سے ہومیوپیتھک فن کار کیس کو مناسب رفتار سے چلاتا ہے اور رفتہ رفتہ مریض کو صحت کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

جب راستہ نظر نہ آتا ہو تو کیا موٹر ڈرائیور موٹر کو اندھا دھند آگے بڑھا لے جائے گا؟ اس کا جواب نہیں ہے۔ اسی طرح سے جب کسی کیس میں آپ درست راستہ متعین نہ کر سکیں تو کوئی قدم مت اٹھائیں بلکہ کیس کا مطالعہ اور تیز کر دیں۔ حتیٰ کہ آپ کو درست راستہ نظر آنے لگے۔

چنانچہ سب سے بڑا اصول جو کیس چلانے میں مدِ نظر رہنا چاہیئے یہ ہے کہ جب تک یقین کامل نہ ہو جائے کوئی دوا مت دیں۔ دوا کی دوہرائی کے متعلق بھی یہی اصول ہے۔

خلاصہ

ہومیوپیتھک آرٹ کے دو حصے ہیں۔ پہلا کیس ریکارڈنگ اور دوسرا کیس کانڈکشن یعنی کیس کا چلانا۔ ان دونوں پہلوؤں میں فن کار کی صلاحیت کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ گاہے بگاہے شوقیہ طور پر ہومیوپیتھک ادویات استعمال کرنے والے اصحاب کو شدید اور مزمن کیس ہاتھ میں نہ لینے چاہئیں۔ گو ہومیوپیتھک ادویات سستی ہیں لیکن کیس ریکارڈنگ اور کیس کانڈکشن کا کام اتنا سہل نہیں ہے۔

ہومیوپیتھی کے راز

ڈاکٹر ہاکینٹ فرماتے ہیں:۔

"ہومیوپیتھی کیا ہے؟ میں یہ جواب دینے پر مجبور ہوں کہ کوئی انسان نہیں جانتا یہ راز سربستہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اگر کچھ جانا جا سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ ادویات جسم و روح میں مخصوص بیمارانہ کیفیت پیدا کر دیتی ہیں اور دوسری جانب ہمارے سامنے مرضیاتی علامات ہیں۔ ہم بالمثل کیفیات کو اکٹھا کر لیتے ہیں مریض کو بالمثل دوا کھلاتے ہیں اور بیٹھ کر نتائج کا انتظار کرتے ہیں"

مندرجہ بالا بیان ہماری ممکنہ انسانی کوششوں کی حدود کو بطرز احسن نمایاں کرتا ہے۔ جو شخص ان حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے سراسر تاریکی میں رہتا ہے۔ چنانچہ ہمیں ان حدود میں ہی اپنے آپ کو کامل بنانا چاہیے اور ان باتوں کے پیچھے اپنا وقت اور دماغی صلاحیتوں کو ضائع نہ کرنا چاہیے جو ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں۔ اس بیان میں مقرر کردہ حدود یہ ہیں۔

۱۔ ادویات کی ان تمام علامات سے ہمیں بخوبی واقفیت ہونی چاہیے جو وہ ایک تندرست جسم میں پیدا کر سکتی ہیں

۲۔ مریض کی مرضیاتی علامات کو پوری طرح سے سوچ سمجھ کر ریکارڈ کر لینا چاہیے

۳۔ دوا میں مریض کی علامات کی مشابہت تلاش کرنی چاہیئے۔

۴۔ اس بالمثل دوا کو مریض پر استعمال کرنا چاہیئے۔

۵۔ مریض کو دوا کھلا کر ردِ عمل اور نتائج کا انتظار کرنا چاہیئے۔

ہانمن اعظم ڈیڑھ سو سال قبل خبردار کر گئے ہیں کہ ہمیں امراض کی ماہیت کی تلاش میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ راز سربستہ انسان کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ ہماری تمام تر توجہ اس پیغام کی طرف مبذول ہونی چاہیئے جو ہمارے لئے قدرت نے بذریعہ علامات نشر کیا ہے۔ ہمیں ہل چلانا چاہیئے، ہمیں پانی دینا چاہیئے اور جب فصل پک جائے تو اسے کاٹ کر اپنے استعمال میں لانا چاہیئے گندم کے پودے کو گندم کے بیج سے پیدا کرنا۔ اُسے بڑھانا اور پکانا ہمارے حلقۂ اختیار سے باہر ہے۔ خدا کی باتیں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے لئے اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ ایسا ہوتا ضرور ہے۔ اپنی حدود کو پہچان لینے سے انسان اپنی تگ و دو کے بہترین راستے معین کر سکتا ہے۔ صرف فلاسفر بنے رہنے سے انسان کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا، پریشانیاں مفت میں حاصل ہوتی ہیں۔

غیر ہومیو پیتھک طبیں اپنی تمام بنیادیں خیالی تصوریوں اور قیاس پر رکھتی ہیں کوئی بچا تلا راستہ اُن کے سامنے نہیں ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنی جائز کوششوں کی حدود معین نہیں کر سکیں اور نہ اُن پیغامات پر توجہ دی ہے جو اس سلسلہ میں قدرت ہمیں بھیج رہی ہے۔ یہ طبیں اپنی مرضی سے جسم انسانی میں ردّ و بدل پیدا کرنا چاہتی ہیں اور نتیجۃً اُن کی اس غلط روش کا نقصان مریضوں کو اٹھانا پڑتا ہے کیا انسان کی علامات میں مشاہدہ کے لئے کوئی پیغام فطرت موجود نہیں ہے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ تمام کائنات علامات ہی علامات ہے۔ ہمیں علامات ہی کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے ان علامات کے محرکِ اصلی کے پیچھے دوڑنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ہم کسی صورت اُسے نہیں پا سکتے۔ خدا کا تصور اُس کی صفات پر غور و خوض کرنے سے ہی کامل ہو سکتا ہے اُسے دیکھنے کی کوشش بے سود ہے۔ البتہ ہم "قدرت کی نشانیوں کے ذریعہ سے اس کی معرفت حقیقی بخوبی حاصل کر سکتے ہیں۔ غالب کہتے ہیں ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

پردہ کو چاک کر کے تم کون سا راز معلوم کر لو گے۔ نواہائے راز پر توجہ دو جو سازِ ہستی کے رازوں کو ظاہر کر رہی ہیں۔ پردۂ جسم کو چیرنے پھاڑنے سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اُن علامات پر غور کرو جو پردۂ جسم سے پیدا ہو رہی ہیں اور تمام جسم کی کیفیت کو ظاہر کر رہی ہیں۔

یہ دنیا دارِ عمل ہے اور دارِ عدل میں داخل ہونے کی امتحان گاہ۔ اس کائنات میں مقدور بندھے بندھائے قوانینِ فطرت ہیں اور یہ تمام نظامِ عالم اُن کے ماتحت چل رہا ہے۔ آپ اپنی مرضی سے کوئی سا بھی اچھا یا بُرا فعل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کا فعل اچھا ہوگا اور قوانینِ فطرت سے ہم آہنگ تو اس کا ردِ عمل بھی بخیر ہوگا لیکن اگر آپ کا کوئی سا فعل بُرا ہوگا اور قوانینِ فطرت سے ٹکراتا ہوگا تو اس کا ردِ عمل آپ کے فعل کی شدت یا خفت کے تناسب سے آپ کے لئے زیادہ یا کم نقصان دہ ہوگا اس دنیا کے ہر عمل کا ایک ردِ عمل ہے جو عمل کے بالمثل ہے۔ آپ ایک بُرا عمل کر کے

اس کے جوابی ردِ عمل سے بچنے کے لئے خالی خولی دعاؤں کو ڈھال نہیں بنا سکتے دیا تو آپ ایک بُرے عمل کے برابر بُرے ردِ عمل سے بچنے کے لئے اس قدر نیک عمل کریں کہ بُرے ردِ عمل کے اثر کو زائل کر سکے یا پھر بُرے ردِ عمل کو جھیلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

انسان کے دماغ یا جسم میں معمولی سے معمولی حرکت کا اس کے بالمثل ردِ عمل پیدا ہوتا ہے جو لوگ حظِ نفس کے لئے مختلف ایسے اعمال میں مشغول رہتے ہیں جو بُرا ردِ عمل پیدا کرتے ہیں وہ یقیناً اپنے ہی کئے ہوئے اعمال کے ردِ عمل میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب ایک ہومیو پیتھک معالج کے پاس ایک مریض آتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے اعمال کے ردِ عمل کی پریشانیاں لے کر آتا ہے۔ ایک کامیاب اور عقلمند ہومیو پیتھ سب سے پہلے مریض سے اُن تمام افعال کو چھڑواتا ہے جنہوں نے مریض میں تباہ کن ردِ عمل پیدا کر رکھا ہے اس کے بعد بالمثل سزا سے مریض کو غلط کاریوں کی سزا دیتا ہے (یاد دینے پر مجبور ہے) جس کے بعد مریض پھر اُسی صحتِ عدل سے متصف ہو جاتا ہے جس پر اُسے قائم رہنے کی ہدایت ہے۔ لہٰذا ہومیو پیتھک معالج کو دارِ عمل کے اس قانون کو ہر وقت نگاہ میں رکھنا چاہیئے اور معالجاتی کارروائی میں ہر ہر قدم پر اس کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہیئے۔ دواؤں کے عمل اور ردِ عمل میں ہمیں متواتر اسی قانونِ فطرت سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ ایک محیطِ کل قانون ہے جو ہومیو پیتھی میں مریض کے افعال کے ردِ عمل سے شروع ہو کر دواؤں کے ردِ عمل پر ختم ہوتا ہے۔

انسان کا جسم انسان کی کتابِ زندگی ہے۔ انسان جو کچھ اس میں لکھے گا۔ وہ

اُسی ترتیب سے حرف بحرف اور صفحہ بہ صفحہ اس کتابِ زندگی میں رقم ہوتا چلا جائے گا ہم حرف بحرف اور صفحہ بہ صفحہ کسی شاعرانہ تعلّی کے ماتحت درج نہیں کر رہے بلکہ جیسے آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے بالمثل دوا کے ردِ عمل کے ماتحت مریض کی علامات اُسی ترتیب سے واپس آئیں گی جس ترتیب سے جسم میں پیدا ہوئی تھیں (دبا دی گئی تھیں) بعض اوقات ہم ان علامات کی واپسی کو اُسی ترتیب سے سمجھ سکیں گے۔ جس ترتیب سے پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ بشرطیکہ مریض کو اُسی ترتیب سے علامات کا وقوع پذیر ہونا یاد ہو۔

کیا معلوم کہ قیامت کے روز ہر شخص کا نامۂ اعمال اُس کی بالمثل دوا سے مریض کے جسم سے باہر نکالا جائے کیوں کہ وہاں ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضائے بدن کے گواہی دینے کا ذکر ہے۔ پھر کیوں نہ اسی دنیا میں ہی بالمثل دوا سے اپنا خراب نامہ اعمال جسم سے باہر کیا جائے اور ہومیو پیتھک علاج کے توسط سے توبہ کر کے ایک پاک پاکیزہ جسم اور روحِ معصوم حقیقی کے حضور میں حساب کے روز پیش کیا جائے جو علاج بالمثل سے دُور بھاگتے ہیں انہیں آخرکار علاج بالمثل کے حوالے ہونا ہی پڑے گا۔ خواہ اس دنیا میں علاج بالمثل کرائیں خواہ یوم الحساب کو لیکن یاد رہے کہ یوم الحساب کا علاج بالمثل اس دنیا کے علاج بالمثل سے کہیں زیادہ شدید تر ہوگا۔

پھر جو لوگ اپنا اعمال نامہ چھپائے رکھنے پر مُصر ہیں کیا اپنے مجرم ہونے کا خود اعلان نہیں کر رہے اور جو غیر ہومیو پیتھک معالجین ان کے نامہ ہائے اعمال کو زیادہ سے زیادہ چھپانے میں ان کی مدد کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں کیا ان سے کم مجرم ہیں؟

پہلا راز

مرض اور مریض

جیسے پہلے لکھا جا چکا ہے مرض روحِ انسانی کا عدل کے معیار سے ہٹ جانے کا نام ہے۔ چنانچہ مریض بھی روحِ انسانی ہی ہوئی "مریض" صرف اس معنوں میں کہ اس میں کجی واقع ہو گئی ہے یا یہ کہ روح کائنات کی فطری کارکردگی سے جو مادی جسم کو مناسب کیفیت اور حالت میں رکھنے کی ذمہ داری ہے ہم آہنگ نہیں رہی۔ مادی جسم کی ظاہری تبدیلیاں روحِ انسانی کی کجی کا "نتیجہ" ہیں۔ لہٰذا جسمانی تبدیلیاں نہ تو "مرض" کہلانے کی مستحق ہیں اور نہ مادی جسم "مریض"

اگر ہم اس معاملہ کو اس طرح سے نہ سوچیں تو پھر ہم بھی جسمانی تبدیلیوں کو "مرض" اور مادی جسم کو "مریض" کہنے لگیں گے جیسے کہ غیر ہومیوپیتھک طبیں سوچتی اور کہتی ہیں۔

چونکہ جسم میں ایک روحِ انسانی ہے لہٰذا ایک فرد کے اندر صرف ایک مرض ہے۔ جسم کی مادی تبدیلیاں جو "احساساتی" اور "نظر آنے والی علامات" پر مشتمل ہیں روحِ انسانی کی کجی کی نوعیت کا اظہار کرتی ہیں۔ جس طرح سے ہیروشیما اور ناگاساکی کی ایک نظر نہ آنے والے ایٹم کی ہستی کا زندہ ثبوت ہیں۔

اگر مادی سائنسیں روحِ انسانی کو ایک مفروضہ قرار دیں تو ہم ایٹم کی تھیوری کو ایک مفروضہ قرار دے دیں گے کیونکہ انسانی آنکھ اب تک ایٹم کو نہیں دیکھ سکی اور اگر تجربات کو ایٹم کی ہستی کے ثبوت میں پیش کیا جائے تو ہم مادی سائنسوں کو دعوت دیتے ہیں کہ ہم انہیں روحِ انسانی بھی تجربات کے ذریعہ سے دکھا دیں گے۔

اس حقیقت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوا کہ تمام تر توجہ روحِ انسانی کی کجی کو دور کرنے پر مبذول کر دینی چاہیئے اور جسم انسانی کی مادی تبدیلیوں اور علامات کو صرف "اشارات" کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے نہ کہ انہیں اپنی مرضی سے دور کرنے کی کوشش میں مشغول ہو جائیں۔

جب روحِ انسانی کی کجی ہومیوپیتھک اسکیم کے ماتحت دور ہو جائے گی تو یہ "علامات" خود بخود غائب ہو جائیں گی۔

دوسرا راز

روح و جسم

مادہ ناقابلِ فنا؟ روح غیر فانی! پھر مرض کیا چیز ہے؛ اور موت کسے کہتے ہیں؛ سائنسدانوں کی بہ نسبت ایک شاعر ہی فرزانہ نکلا جو کہتا ہے۔ ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

یہ "ظہورِ ترتیب" کیا ہے اور یہ پریشانی کیوں؛ ہومیوپیتھی اس رازِ سربستہ سے پردہ اٹھاتی ہے۔

اس مشتِ خاک میں آخر رکھا ہی کیا ہے؛ ۳/۴ حصہ پانی اور باقی ماندہ ۱/۴ حصہ چند نمکیات اور دیگر اجزاء پر مشتمل ہے۔ پھر اس سربمہر بوتل میں یہ خمار کہاں سے آگیا۔ کیا ۳/۴ حصہ پانی سے یا نمک طعام سے؛

کیا یہ عقل انسانی کی تذلیل نہیں ہے کہ مادہ کو انسان کا خالق سمجھا جائے۔ وہ مادہ جو انسان کے ہاتھ میں کھلونے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ کہنے والا تو یہ کہے کہ میں نے کائنات کو تیرے لئے خلق کیا اور انسان مادہ کو ماتھا ٹیکتا نظر آئے ابھی تک "خوگرِ پیکرِ محسوس" اپنی عادت سے باز نہیں آیا۔

روح کو فنا نہیں اور نہ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے البتہ اس کی کج روی کے نتیجہ کے طور پر جسم کے اجزا ضرور پریشان ہو جاتے ہیں اور جب جسم کی شکست و ریخت حد سے بڑھ جاتی ہے تو روح یہ بوسیدہ مکان ترک کر دینے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ دم آخر روح کی تو بہ بعد از وقت ہوتی ہے۔ انسان پانی کا نام نہیں، نمکیات کا نام نہیں۔ چربی کا نام نہیں۔ انسان اس روح کا نام ہے جو اس پانی نمکیات اور چربی وغیرہ سے تعمیر شدہ مکان میں آکر بستی ہے۔

روح صرف روحانی لذت ہی سے لطف اندوز ہونا جانتی ہے۔ چنانچہ غذائی لذت جب تک لذیذ کھانے زبان کی سطح پر کروٹیں بدلتے رہیں روح کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر روح صرف غذائی لذت ہی کے درپے ہو جائے تو جسم کے خودکشی کر لینے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ بزرگوں نے نصیحت کی تھی۔ ع خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

کھانا زندہ رہنے کی حد تک ہونا چاہیئے تاکہ انسان ذکرِ خدا کے قابل رہے لیکن اس کی جگہ زیستن برائے خوردن و ذکر کردن است یعنی زندہ رہنے کا موقع ملے تو کھائے جاؤ لیکن ساتھ ساتھ ہضم کرنے کی فکر بھی کرتے رہو کیوں کہ سنا ہے کہ زیادہ کھانے والوں کو اکثر بدہضمی کی شکایات ہو جاتی ہے اور تمام بیماریاں معدہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

کیا زبان کا چٹخارہ معدہ کی طلب ہے یا جسم کی پکار ہے؛

اسی طرح سے اس لذت یابی کے لئے روح حواسِ خمسہ سے اس قدر زیادہ کام لیتی ہے کہ یہ جسم اس "بھوکی روح" کا تر نوالہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

تیسرا راز

دوائیں

ہومیوپیتھی مفرد دوائیں استعمال کرتی ہے۔ مفرد اس لئے کہ مرکب کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ ہر مفرد دوا تندرست جسم پر پروونگ (PROVING) کے وقت سینکڑوں اور ہزاروں علامات پیدا کرتی ہے جو خراب سے خراب ترین مریض کی جملہ علامات مرض کو گھیر سکتی ہے۔

ہر ہومیو پیتھک دوا کی باقاعدہ آزمائش (PROVING) تندرست جسم پر کی گئی ہے اور اس پروونگ نے ایک عجیب و غریب رازِ قدرت کا انکشاف کیا ہے وہ راز یہ ہے کہ ایک مفرد دوا کی علامات کی ہو بہو تصویر ایک مریض میں مل جاتی ہے۔ اس حیرت انگیز مماثلت کو دیکھ کر فلاسفرِ اعظم ہانمن ثانی ڈاکٹر جیمز ٹیلر کینٹ پکار اٹھتے ہیں کہ کیا دوا اور مرض میں یہ مماثلت کاملہ یونہی واقع ہو گئی۔ کیا انسان یہ تمام کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود دہریہ ہو جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو یہ سب کچھ جاننے کے باوجود خدا پر ایمان نہیں لا سکتا۔ کبھی ہومیوپیتھ نہیں بن سکتا۔ آپ نے ہومیوپیتھ ہونے کی پہلی شرط ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا قرار دیا ہے۔

ایک مریض کی علامات لینے کے بعد جب ہم واحد دوا کی تلاش کریں گے تو چار پانچ یا اس سے کم دوائیں مشابہ ملیں گی اور صرف اکیلی دوا بالمثل ہوگی۔ مشابہ دوائیں وہ ہیں جن میں کسی واحد کیس کی اکثر علامات پائی جائیں۔ لیکن بالمثل دوا وہ ہوگی جو مریض کی سر سے پاؤں تک کی جسمانی، دماغی اور روحانی علامات پر اس طرح سے مطابقت رکھتی ہوگی جس طرح سے دو مساوی الاضلاع مثلثیں ایک دوسرے پر تطبیق کرتی ہیں یا بہ الفاظِ دیگر جس طرح سے ایک انسان اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھے کہ دونوں صورتوں میں سرِ مُو کا فرق نظر نہ آئے۔

ایک مشابہ اور ایک بالمثل دوا کا امتحان مریض ہی ہے۔ جب ایک مشابہ دوا دی جائے گی تو دو سو یا زیادہ سے زیادہ ایک ہزار پوٹنسی تک کام کر کے رہ جائے گی۔ لیکن ایک بالمثل دوا بلند سے بلند ترین پوٹنسیوں تک مریض کو سر سے پاؤں تک متاثر کرتی چلی جائے گی۔ مشابہ دوا کیس کی کچھ علامات کی کتر بیونت کرے گی اور دیگر علامات غیر متاثر رہیں گی یا بے ترتیب ہو جائیں گی لہٰذا بالمثل دوا کی تلاش اور ضرورت ظاہر ہے۔

اگر ہومیوپیتھس پوری محنت کے ساتھ کسی کیس کو نہیں لیتے اور بالمثل دوا کی تلاش بھی محنت کے ساتھ نہیں کرتے۔ تو وہ ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں جس کی جواب طلبی شاید بے چارے مریض تو نہ کر سکیں مگر اللہ تعالیٰ کے حضور میں جواب دہ ضرور ہونا پڑے گا۔ اگر آپ ہومیوپیتھی پر ایمان لے آئے ہیں تو آپ کو اس کے اصولوں کو کامل طور پر اپنانا پڑے گا۔

ہانمن اعظم آج سے سو سال قبل "آرگینن" کے دفعہ نمبر ۱۴۵ میں تحریر فرماتے

ہیں کہ اُس وقت، کی تجربہ شدہ (PROVED) دواؤں میں (جو کہ تعداد میں ایک سو کے لگ بھگ تھیں)، بہت کم مرضیاتی تصویروں کی علامات باقی رہ گئی ہیں جن کے لئے چند دیگر دواؤں کی ضرورت پڑے گی۔ الّا ماشاء اللہ اس وقت ہومیوپیتھک میٹریا میڈیکا ڈیڑھ ہزار ادویات سے اوپر اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے ادویات اور علامات کے اس پُرحیرت بحرِ ذخار کی عملی افادیت سے قطع نظر اس وقت ہم یہ بات یقین کے ساتھ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بنی نوع انسان کے امراض کی تمام علامات کے لئے ہماری ادویات کافی وشافی ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر ہمارا میٹریا میڈیکا اس وقت انسانی بیماریوں کے سلسلہ میں مکمل ہو چکا ہے۔

لیکن ایک سو ادویات کے مقابلہ پر یہ ڈیڑھ ہزار سے زیادہ ادویات کا اجتماع کیسے ہو گیا جب کہ ہانمن اعظم صرف چند مزید دواؤں کی ضرورت کا احساس اپنے دماغ میں رکھتے تھے اس کی دو ممکنہ توجیہات یہ ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ہانمن اعظم کے بعد پروونگ کے ذوق وشوق نے بہت زیادہ ترقی کر لی اور ہومیوپیتھس جو چیز سامنے آئی اس کی پروونگ کرتے چلے گئے۔

۲۔ انسانی بیماریوں کی علامات دن بدن بڑھتی گئیں لہٰذا زیادہ سے زیادہ دواؤں کے تجربہ کی ضرورت ہوئی۔

غالباً یہ دونوں توجیہات کسی حد تک درست ہیں لیکن اس تمام لمبے چوڑے میٹریا میڈیکا سے جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ اس وسیع ترین میٹریا میڈیکا پر ہومیوپیتھس کی گرفت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی ہے۔ ہانمن اعظم کے زمانہ میں دواؤں کی تعداد اتنی کم تھی کہ آسانی

سے بالمثل دوا تجویز کی جا سکتی تھی اور صرف اتنا شکوہ باقی رہ جاتا تھا کہ چند امراض کی علامات ادویات میں نہیں مل سکتی تھیں لیکن آج یہ عالم ہے کہ ؎

شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

ہانمن اعظم کی تجربہ شدہ ادویات آج بھی چوٹی کی بالمثل ادویات ہیں یہ معلوم کر کے تعجب ضرور ہوتا ہے کہ تمام "کام کی دوائیں" ہانمن اعظم کو کیسے مل گئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے جیسے "اصولِ بالمثل" مل گیا ویسے ہی یہ چوٹی کی دوائیں بھی مل گئیں۔ خالق کائنات بچہ کے پیدا کرنے کے بعد اس کی خوراک کو بھی قریب ہی ماں کے پستانوں میں مہیا کر دیتا ہے اور بچہ کو کسی لمبی چوڑی تگ ودو کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ہم ذیل میں چھ استادانِ فن کے میٹریا میڈیکا میں درج شدہ ادویات کی لسٹ دے رہے ہیں جنہیں ان کاملینِ فن نے معتبر ترین اور کثرت سے استعمال ہونے والی ادویات قرار دیا ہے۔ یہ لسٹ دو سو چوبیس ادویات پر مشتمل ہے جو دوا چھ کے چھ میٹریا میڈیکا میں درج ہے اُس کے سامنے چھ کا ہندسہ لکھ دیا گیا ہے اور جو دوا پانچ میٹریا میڈیکا میں درج ہے اُس کے سامنے پانچ کا ہندسہ درج کر دیا گیا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ جو دوائیں تین سے کم میٹریا میڈیکا میں مذکور ہیں انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آپ چھ ہندسہ والی ادویات کو درجہ اوّل کی دوائیں۔ پانچ ہندسہ والی کو حصّہ دوم کی دوائیں۔ چار ہندسہ والی کو درجہ سوم کی دوائیں اور ۳ ہندسہ والی کو درجہ چہارم کی دوائیں کہہ سکتے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ان ادویات کے علاوہ دیگر تمام ادویات کو بے قیمت

سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ ہمیں ان تمام ادویات کو اپنے مطالعہ اور روزانہ پریکٹس میں اولیت کا درجہ دینا چاہیئے۔ جنہوں نے دن رات تجربہ کی کسوٹی پر چڑھ کر اپنی اولیت کو پوری طرح سے ثابت کر دیا ہے اور ہماری زیادہ تر توجہ ان پر ہی مرکوز ہونی چاہیئے۔ اگر ممکن ہو تو ان ادویات کا ایک الگ میٹریا میڈیکا ایک الگ ریپرٹری اور ایک الگ تھراپیوٹکس بنالی جائیں تاکہ ہماری کمزور انسانی کوششوں کا دائرہ بھی محدود ہو جائے اور ہم پریشان دماغی سے بھی بچ جائیں۔ اگر کسی کیس میں یہ ادویات بے کار ثابت ہوں تو پھر ہم بالش دوا کو دنیا کے دوسرے سرے تک بھی تلاش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ان ادویات میں بلاشبہ چند مزید کام کی دوائیں شامل کی جا سکتی ہیں اور موجودہ لسٹ میں سے چند دواؤں کو نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان چھ میٹریا میڈیکا کے موازنہ سے ہمیں جو ادویات کی لسٹ ملی ہے بعینہٖ درج کر دی ہے۔ ڈاکٹر کینٹ کے میٹریا میڈیکا کی کوئی دوا ترک نہیں کی گئی اور جہاں دیگر میٹریا میڈیکا میں سوائے ڈاکٹر کینٹ کے میٹریا میڈیکا کے کسی دوا کا اندراج نہیں ہے وہاں اس دوا کے سامنے "K" کا حرف لکھ دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کینٹ کا میٹریا میڈیکا جدید ترین ہے اور اس میں درج شدہ جملہ ادویات اہم ترین سمجھی گئی ہیں۔

چھ میٹریا میڈیکا جن سے یہ لسٹ تیار کی گئی ہے درج ذیل ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر ہیرنگ کا کانڈنسڈ میٹریا میڈیکا
۲۔ ڈاکٹر کینٹ کا میٹریا میڈیکا
۳۔ ڈاکٹر کارپنٹر ویٹ کا میٹریا میڈیکا

۴۔ ڈاکٹر پیرس کا میٹریا میڈیکا
۵۔ ڈاکٹر ٹیلر کی ڈرگ پکچرز
۶۔ ڈاکٹر ایبن کے "کی نوٹس"

ادویات کی لسٹ درج ذیل ہے۔

Abies Nigra	3	Aethusa Cyn.	6	Alumen	K
Abrotanum	5	Agaricus	6	Ambra Grisea	6
Absinthium	3	Agnus C	5	Ammonium C	6
Acetic Acid	5	Ailanthus	5	Ammon. Mur	5
Aconite	6	Allium Cepa	6	Amyl Nitrite	3
Actea Racemosa	6	Aloes	5	Anacardium	6
Aesculus Hip	6	Alumina	6	Anti Crud	6
Anti Tart	6	Bromium	6	Chamomilla	6
Apis	6	Bryonia	6	Chelidonium	6
Apocynum	5	Bufo	3	China	6
Aralia	3	Cactus	5	China Ars.	3
Argent Met.	5	Cadmium Sulph	K	China Sulph.	3
Argent. Nit.	6	Caladium	4	Cicuta	5
Arnica	6	Calcarea Ars	K	Cina	6
Arsenic Alb.	6	Calcarea Carb	6	Cinnabaris	K

Eupat Purp. 3	Kali Bich. 6	Medorrh. 4
Euphrasia 5	Kali Brom. 5	Menyanthes 3
Ferrum Met 6	Kali Carb. 6	Mephites 3
Ferrum Phos. 4	Kali Iod. 4	Merc. Cor. 5
Fluoric Acid. 5	Kali Mur. K	Merc. Cyan 3
Gambogia 3	Kali Nit. 3	Merc. Dul. 4
Gelsemium 6	Kali Phos 3	Merc. I. Fl. 5
Glonoin. 6	Kali Sulph. 4	Merc. I. R. 5
Graphites 6	Kalmia 5	Merc Sol. 6
Gratiola 3	Kreosotum 6	Merc. Sulph K
Grindelia 3	Lac. Can. 3	Mezereum 6
Guaiacum 3	Lac. Defl. K	Millefoluim 5
Hamamelis 4	Lachesis 6	Moschus K
Helleborus 5	Lauro 3	Muriatic Ac. 6
Helonias 4	Ledum 6	Myrica 3
Hep. Sulph. 6	Lil. Tig. 6	Naja 4
Hydrastis 5	Lobelia 4	Nat. Ars. 3
Hyoscyamus 6	Lycopod 6	Nat Carb. 5
Nat. Mur. 6	Rhus Tox 6	Syphilinum 3
Nat. Phos. 4	Rumex 3	Tabacum 4
Nat Sulph. 5	Ruta 6	Tarentula Hisp. 4

Arsenic Iod. 3	Calc. Fluor. 3	Cistus 4
Arum Triph 5	Calc. Phos. 6	Clematis 4
Asafoetida 5	Calc. Sulph. 3	Cocc. Ind. 6
Asarum 4	Camphora 6	Coccus Cact. 3
Asterias Rub 3	Cann. Ind. 6	Coffea 6
Aurum Met. 6	Cann. Sat. 5	Colchicum 6
Baptisia 6	Cantharis 6	Collinsonia 5
Baryta Carb 5	Capsicum 6	Colocynth 6
Baryta Mur. K	Carbo Anim 5	Conium 6
Belladonna 6	Carbo. Veg. 6	Crocus 4
Benzoic Acid 5	Carbolic Acid 3	Crot Horr. 3
Beberis Vul 5	Carbon Sulph K	Croton Tig. 3
Bismuth 4	Carduus Mar. 3	Cuprum Met 4
Borax 6	Caulophyllum 5	Cyclamen 6
Bovista	Causticum 6	Digitalis 5
Dioscoria 4	Hypericum 6	Lycopus 3
Drosera 6	Ignatia 6	Mag Carb. 5
Dulcamara 6	Iodium 6	Mag. Mur. 5
Equisetum 3	Ipecac 6	Mag. Phos. 5
Eupat. Perf. 5	Iris Vers. 4	Manganum 4

Nit. Acid	6	Sabadilla	5	Taraxacum	3
Nux. Mos.	6	Sabina	5	Terebinthina	5
Nux. Vom.	6	Sambucus	4	Theridion	5
Opium	6	Sanguinaria	6	Thuja	6
Oxalic Acid	4	Sarsaparilla	4	Trillium	4
Petroleum	6	Secale Cor.	5	Tuberculinum	4
Phos. Acid	6	Selenium	5	Urtica Urens	4
Phosphorus	6	Senecio	K	Ustilago	3
Phytolacca	6	Senega	4	Valeriana	5
Picric Acid	5	Sepia	6	Verat. Alb.	6
Platinum	6	Silicea	6	Verat. Vir.	5
Plumbum	6	Spigelia	5	Viburnum Op.	3
Podophyllum	5	Spongia	5	Viola Tri.	3
Psorinum	6	Squilla	3	Xanthoxyl	3
Ptelea	3	Stannum	5	Zinc. Met.	5
Pulsatilla	6	Staphysagria	6	Zingiber	3
Pyrogenium	4	Sticta	3		
Ran. Bulb	6	Stramon	6		
Rheum	3	Sulphur	6		
Rhodo.	6	Sulphuric Acid	5		

چوتھا راز

اُصولِ شفا

روحِ انسانی "سمجھ بوجھ" (UNDER STANDING) اور "خواہش" (WILLING) پر مشتمل ہے۔ ان دو صفات کے ساتھ ساتھ "اختیار" کی حامل ہے اس کی صفات کا اظہار دماغ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیماری اور صحت کی تحریک دماغ سے شروع ہوتی ہے۔

جسمِ انسانی گوشت کے چند لوتھڑوں اور چند ہڈیوں پر مشتمل ہے اور نظامِ اعصاب کے ذریعہ سے کنٹرول ہوتا ہے۔ نظامِ اعصاب کا مرکز دماغ ہے۔ دماغ میں جو خیال پیدا ہوتا ہے وہ اپنے ماتحت تمام نظامِ اعصاب کو متاثر کرتا ہے اور نتیجۃً جسم کے تمام اعضا اپنے حاکم نظامِ اعصاب کی ماتحتی میں اس خیال سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر ایک خیال مستقل طور پر دماغ میں شدت سے ابھرتا رہے تو جہاں وہ دماغ کی مادی ساخت پر اپنا مستقل اثر پیدا کرے گا وہاں جسم کے جملہ اعضاء میں بھی ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا کر دے گا جو تبدیلی کہ اس "خیال" کی ایک طرح کی مادی صورت ہوگی۔

اگر دماغ میں پیدا ہونے والا "خیال" فطرت کے مطابق ہے تو تمام جسم پر

فطری کیفیت طاری رہے گی اور اگر غیر فطری ہے تو تمام جسم کے اعضا سے غیر فطری حرکات و افعال سرزد ہونے شروع ہو جائیں گے اور اس کا نتیجہ بیماری ہوگا۔ اس کی مثال عشق۔ غم۔ غصہ۔ حسد۔ لالچ وغیرہ سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے جو درحقیقت "خیالات" کے علاوہ کوئی مادی حیثیت نہیں رکھتے لیکن مادی جسم کو سر سے پاؤں تک بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

حاسد۔ لالچی یا غمگین افراد کو آپ اُن کے چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتے ہیں۔ صرف ان کا چہرہ ہی نہیں بدلا بلکہ اُن کے جسم کا ہر حلیہ چہرہ کا ہم شکل بن کر رہ گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں دماغی علامات یعنی "خیالی" علامات کو مریض کے علاج میں پہلا درجہ دیا جاتا ہے۔ دماغی علامات مادی جسم کی جملہ علامات سے مقدم ہیں۔

جب مریض بالمثل دوا کے ماتحت شفا حاصل کرنا شروع کرتا ہے تو سب سے پہلے دماغی علامات میں اصلاح پیدا ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ مادی جسم اور اس کے اعضا پر خوشگوار اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایک غیر فطری کیفیت کے ماتحت کام کرتے کرتے اعضائے جسم میں جو مادی کثافتیں جمع ہونی شروع ہو گئی تھیں اعضا کے درست نہج پر کام کرنے سے بتدریج جسم سے باہر نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ہیرنگ آنجہانی، جنہیں فادر آف ہومیوپیتھی (ہومیوپیتھی کا باپ) کہا جاتا ہے۔ اس مخصوص اصولِ شفا کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"شفا حاصل کرتے وقت مریض کی علامات کا رُخ اندر سے باہر کی جانب اوپر سے نیچے کی جانب اور علامات کے پیدا ہونے کی ترتیب کے برعکس ہونا چاہیئے"

"اندر سے باہر" کا مطلب یہ ہے کہ مادی کثافتیں اندرونی اعضا جسم کو چھوڑ کر یا تو جلد پر آجائیں یا جسم کے سوراخوں سے باہر بہہ نکلیں۔ "اوپر سے نیچے" کی جانب کا مطلب یہ ہے کہ اندرونی اعضائے ضروریہ یعنی دماغ، دل، پھیپھڑوں وغیرہ سے کثافتیں نچلے اعضاء کی طرف منتقل ہونے لگیں اور جسم کے غیر ضروری اعضاء ٹانگوں اور بازوؤں کی طرف چلی جائیں۔ "علامات کے پیدا ہونے کی ترتیب کے برعکس" سے یہ مراد ہے کہ مریض کی کتاب زندگی کے اوراق پلٹنے شروع ہو جائیں جو علامت بعد میں پیدا ہوئی ہے، پہلے مفقود ہو اور جو اس سے پہلے وجود میں آئی تھی اس کے بعد ختم ہو وعلیٰ ہذا القیاس۔ جو علامت مریض کے اندر سب سے پہلے پیدا ہوئی تھی۔ سب سے آخر میں ظاہر ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے۔ اس ترتیب کو ہم ذیل کی شکل سے واضح کر سکتے ہیں۔

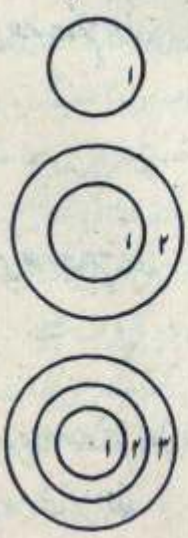

سب سے پہلی علامت پیدا ہوئی

دوسری علامت پیدا ہوئی

تیسری علامت پیدا ہوئی

چوتھی علامت پیدا ہوئی

یہ علامات یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی گئیں اور ایک دوسرے پر چڑھتی چلی گئیں۔ جب باشل دوا ان کو دُور کرنے پر آئی تو مندرجہ ذیل صورت میں یہ علامات واپس آتی گئیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوتی چلی گئیں۔

چوتھی علامت ختم ہوئی

تیسری علامت ختم ہوئی

دوسری علامت ختم ہوئی

پہلی علامت ختم ہوئی
شفائے کامل باقی رہ گئی

چنانچہ جو علامت سب کے بعد میں پیدا ہوئی سب سے پہلے جائے گی اور جو سب سے پہلے پیدا ہوئی تھی سب کے بعد میں رخصت ہوگی۔

ڈاکٹر کینٹ نے اس اصولِ شفا کے متعلق کچھ عجیب و غریب حقائق معلوم کئے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔ آپ "اعضاء کا تعلق اور شفا کا رُخ" کے عنوان کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر ہیرنگ نے سب سے پہلے "علامات کے رُخ کا قانون" کا تعارف کرایا "اندر سے باہر کی جانب، اوپر سے نیچے کی جانب اور علامات کے ظاہر ہونے کی ترتیب کے برعکس" یہ قانون بانی ہومیو پیتھی کی تحریرات میں نہیں پایا جاتا۔ اسے "ہیرنگ لا" یعنی ڈاکٹر ہیرنگ کا قانون کہا جاتا ہے۔ اس قانون کے بارے میں ہومیو پیتھک لٹریچر میں مشکل سے ہی کچھ ملے گا۔ ماسوائے اس مشاہدہ کے علامات کا اوپر سے چل کر ہاتھوں پاؤں کی طرف منتقل ہونا۔ ابھاروں کا جلد پر آنمودار ہونا اور بلغمی جھلیوں سے اخراجات کا چل پڑنا یا ٹانگوں پر زخموں کا ظاہر ہو جانا جب کہ اندرونی علامات معدوم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس قانون کی کوئی خاص تصدیق لٹریچر میں سوائے اس کے کہ جو کچھ پوسٹ گریجویٹ اسکول میں دیئے گئے فلاسفی کے لیکچرز میں ہے نہیں ہے۔

انسان کا باطنِ خفی یعنی اندرون ترین "خواہش سمجھ بوجھ اور یادداشت" ہیں اور یہ اندرون ترین عام جسمانی ساخت میں سے باہر کی طرف پھیلتے ہیں۔ یہ نظریہ علامات کے چلنے کے سلسلہ میں غور کرنے سے تعلق رکھتا ہے یعنی علامات کے اندرون ترین حدود سے بیرون ترین حدود کی طرف منتقل ہونے کے متعلق ہمیں ایسے مریضوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جن کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ اگر ہم اس اندرون ترین

اور بیرون ترین کا تعلق نہ سمجھ پائیں گے تو ایک اچھی دوا کی تجویز نہ کر سکیں گے۔ ایک مریض تجویز دوا کے بعد آپ کے پاس واپس آتا ہے جو اپنی موجودہ علامات کے پیش نظر اپنے آپ کو خراب حالت میں خیال کرتا ہے مگر اس کے باوجود آپ اُسے ایسا خیال کرنے سے گریز کریں گے۔ مگر یہ کہ وہ ثابت کر دے کہ کوئی ایسی بات واقع ہو گئی ہے جو پہلے اُس کے اندر کبھی نہیں پائی گئی تھی: چنانچہ اگر معالج اعضاء کے تعلقات سے ناواقف ہوگا تو وہ دوا بدل دینے کی طرف راغب ہو جائے گا لیکن اعضا کے تعلقات کا علم حاصل ہونے کے بعد وہ یہ تمیز کر سکتا ہے کہ کیا مریض پہلے سے بہتر حالت میں ہے یا خراب حالت میں۔

مادی اعضائے جسم" اندرونی انسان" سے متعلق ہیں یعنی" خواہش اور سمجھ بوجھ" سے تعلق رکھتے ہیں۔ "سمجھ بوجھ" کسی پیش کردہ مسئلہ کے متعلق غور و فکر کرتی ہے اور اس طرح سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس سے اس مسئلہ کے جھوٹ یا سچ ہونے یا جزوی طور پر درست اور نادرست ہونے کو جانچتی ہے۔ جب "سمجھ بوجھ" اس مسئلہ پر غور کر رہی ہوتی ہے تو قوت حافظہ" یعنی یادداشت اس مسئلہ کو اپنی گرفت میں لئے رہتی ہے۔ "سمجھ بوجھ" جو کچھ واقع ہو رہا ہوتا ہے۔ اس کا تجزیہ کرتی ہے۔ سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کرتی ہے سچ کو اپنا لیتی ہے اور جھوٹ کو مسترد کر دیتی ہے۔

معدہ غذا حاصل کرتا ہے اور پھر معدہ اور چھوٹی آنتیں۔ جو کچھ کہ جسم کے لئے مفید ہوتا ہے اُسے ہضم اور جذب کر لیتی ہیں اور جو مفید نہیں ہوتا یعنی ناقابل ہضم (جھوٹ) ہوتا ہے اُسے جسم سے باہر خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ اعضاء (معدہ اور آنتیں) "سمجھ بوجھ" کی مانند ہیں جو کام "سمجھ بوجھ" کرتی ہے (یعنی جھوٹ کو سچ سے الگ کرنا۔۔۔) وہی کام معدہ اور آنتیں مادی جسم کے لئے کرتی ہیں۔

گردے بھی معدہ اور آنتوں کی مانند کام کرتے ہیں۔ خون میں سے جھوٹ کو سچ سے جدا کرتے رہتے ہیں۔ خون کا استعمال شدہ حصہ یوریا اور یوریٹس میں تبدیل کر کے جسم سے باہر نکال دیتے ہیں۔ چنانچہ گردے خون کے لئے وہی فرض سرانجام دیتے ہیں جو "سمجھ بوجھ" سمجھائی کے لئے کرتی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ شروع شروع میں آپ ان مادی اور غیر مادی چیزوں کا باہمی تعلق نہ سمجھ سکیں لیکن ان چیزوں کا کافی عرصہ تک مشاہدہ بہت کچھ ظاہر کر دیتا ہے جب آپ ایک ایسے مریض کا علاج کر رہے ہوں جس کی "سمجھ بوجھ" میں نقص ہوگا تو جوں جوں "سمجھ بوجھ" میں اصلاح پیدا ہوگی معدہ یا آنتوں کی خرابی ظاہر ہوگی مروڑ اور اسہال پیدا ہو جائیں گے۔ ایک دیگر مریض میں "سمجھ بوجھ" کی اصلاح کے ساتھ گردوں میں خرابی ظاہر ہوگی اور پیشاب کے ساتھ البیومن آنی شروع ہو جائے گی۔ یہ درحقیقت طبیعت کا درست ردِ عمل ہے اور اگر اس کے اُلٹ واقع ہو تو یہ مریض کے حق میں تباہ کن ہوگا۔ ایک ایسے مریض کے علاج میں جس کی پیشاب میں البیومن آ رہی ہو اگر دماغی خرابی پیدا ہو جائے تو مریض خراب حالت کی طرف جا رہا ہے۔ اکثر افراد نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ جب دماغی خرابی بڑھنی شروع ہو جائے تو گردوں اور معدہ کی تکالیف کم ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ جب آپ معدہ کی خرابی کا علاج کر رہے ہوں اور دماغ کی حالت خراب ہونے لگے تو دوا کے اثر کو فوراً دور کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اس کے برعکس اگر "سمجھ بوجھ" بہتر ہو رہے ہوں اور آنتوں وغیرہ کی علامات خراب نظر آئیں تو یہ درست راستہ ہے جلد ہی ردِ عمل پیدا ہوگا اور معدہ یا گردوں کی بے قاعدہ علامات دور ہو جائیں گی۔

ایسے ردِ عمل میں حارج نہ ہوں اور کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ چنانچہ اس طرح سے "اندر سے باہر" اور "باہر سے اندر" کا معاملہ ہے۔ اعضاء کی "سمجھ بوجھ" کے ساتھ یہ مطابقت اور تعلق یقینی اور قطعی ہے۔

"اندر سے باہر" کے رُخ میں جو کہ قانونِ شفا کے عین مطابق ہے ہمیں داغی اصلاح کے ساتھ ساتھ جلدی علامات جلد جلد پیدا ہوتی نظر نہیں آتیں۔ اگر جلدی علامات جلد ہی پیدا ہو جائیں تو مریض بہت سُرعت کے ساتھ شفا حاصل کر رہا ہے لیکن اگر معدہ یا گردہ کی خراب علامات داغی اصلاح کے ساتھ ساتھ پیدا ہو جائیں تو مریض رفتہ رفتہ شفا حاصل کر رہا ہے۔ ایسی حالت میں صحت اعضائے جسم کے ایک سلسلہ میں پابند ہو کر واقع ہو رہی ہوتی ہے اور ایسی حالت میں جیسے ہی معدہ کی حالت بہتر ہونے لگے گی تو نزلہ یا جلدی ابھاریں ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی اور مریض اس طرح سے صحت مند ہوتا چلا جائے گا۔

بعض اوقات "سمجھ بوجھ" پھیپھڑوں کے ساتھ تعلق قائم کئے ہوتی ہے پھیپھڑے بھی جسم انسانی کے لئے وہی کچھ کرتے ہیں جو سمجھ بوجھ کرتی ہے۔ جب ایک مریض کو سِل کا خطرہ لاحق ہو یا سِل میں گرفتار ہو چکا ہو اور دوا کے استعمال کرنے سے پھیپھڑے تو بہتر ہونے لگیں لیکن "سمجھ بوجھ" میں فرق آجائے تو یہ مریض مر جائے گا۔ آپ اُسے ایسی حالت میں شفا نہیں بخش سکتے۔ جب دوا کے دینے کے بعد "سمجھ بوجھ" بہتر ہونے لگ اور دوسری طرف پھیپھڑوں یا ہوا کی نالیوں میں نزلہ شروع ہو جائے یا پھیپھڑوں، گردوں اور معدہ یا انتڑیوں کی علامات خراب ہو جائیں تو مریض درست راستہ پر ہے اور رُو بصحت ہے۔

جب ایک شخص کا "ارادہ" یا "خواہش" بیمار ہو جائے جب محبت کی جگہ پر نفرت کا غلبہ ہو جائے، جب وہ اپنی زندگی کو ختم کر دینے کی "خواہش" رکھتا ہو یا جب اپنے بچوں سے دُور بھاگتا ہو اور "نفرت" کرتا ہو، جب بیوی اپنے خاوند سے "نفرت" محسوس کرے چنانچہ تمام "ارادی" نظام ہی اُلٹ پُلٹ ہو گیا ہو تو اس قسم کی ویرانگی میں کیا واقع ہو گا؟ جب ایسے مریض کو درست دوا دی جائے گی تو دل یا جگر مبتلائے مرض ہو جائیں گے کیوں کہ یہ دونوں اعضاء "ارادہ" سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب "ارادہ یا خواہش" کی خرابیوں کا علاج کیا جائے گا تو "معدہ اور گردے" نہیں بلکہ "دل و جگر" میں خرابیاں ظاہر ہوں گی۔ اگر علاج کے دوران میں دل کی تکلیف میں افاقہ ہو رہا ہو اور اُس کے ساتھ ساتھ زندگی کو تباہ کر دینے کی خواہش" پیدا ہو جائے تو آپ کو اُس دوا کا اثر ضرور باطل کر دینا چاہیئے۔ علامات غلط راہ پر چل پڑی ہیں۔ جب بازوؤں اور ٹانگوں سے جوڑ الم تکالیف غائب ہونے لگیں اور دل مبتلائے مرض ہو جائے اور پھر مریض اپنی زندگی ختم کر دینا چاہے تو یہ مرض کا رُخ "باہر سے اندر" کی طرف ہے۔

"ارادہ اور خواہش" کا تعلق دل اور جگر کے ساتھ ہے۔ اس الہامی حقیقت کا کافی ثبوت موجود ہے۔ کلامِ الٰہی ان تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔ ان حقائق کو پرانے زمانے کے لوگوں سے بہتر اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ جہاں کہیں "محبتِ خدا" کی طرف اشارہ ہے ہمیں الہامی کتابوں میں "دل" کا لفظ نظر پڑتا ہے۔ جہاں کہیں "کمر باندھنے" کا ذکر ہے یعنی چستی کے لئے کمر ہمت باندھنا تو وہاں "سمجھ بوجھ" کا ذکر ہے۔ کلامِ الٰہی میں یہ تمام تعلقات پائے جاتے ہیں اور ان تعلقات سے ہم انسان کی زندگی اور جسم کی ماہیئت سے واقفیت حاصل

کر سکتے ہیں۔ انسانی زندگی روح۔ مَن اور خواہش اور ارادہ یہ سب جسم کے اعضا سے تعلق رکھتے ہیں۔

سویڈن برگ کے ذریعہ سے میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ کلامِ الٰہی سے ظاہر شدہ یہ تعلقات اُس تجربہ سے جو میں نے گذشتہ تیس سالوں میں حاصل کیا ہے۔ بالکل ہم آہنگ ہیں۔ ان تعلقات سے واقفیت دواؤں کے اثرات کو جانچنے میں مددگار ہوتی ہے۔ وہ انسان جس کا من مریض ہو یہ اندازہ کر ہی نہیں سکتا کہ وہ کس قدر مبتلائے مرض ہو چکا ہے۔ وہ اپنی حالت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی حالت اس وقت خراب ہوتی ہے جب کہ جگر کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ رُخ "اندر سے باہر" کی طرف ہے۔ اس مقام پر معالج کو دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ جگر کی خطرناک علامات جلد ہی اس دوا کے زیرِ اثر چلی جائیں گی جو دماغی خرابی کے لئے دی گئی ہے۔

یہ تمام باتیں آپ پر بالکل واضح ہو جانی چاہئیں ورنہ آپ ہومیوپیتھک آرٹ میں کمال کے درجہ سے بہت نیچے گرے رہیں گے۔ اور اچھا کام کر کے خود ہی بگاڑتے رہیں گے۔ اس خاص علم کے بغیر ہومیوپیتھک میٹریا میڈیکا کا علم ماسوائے جادو بیماریوں کے قطعاً بے کار ثابت ہوگا۔ ہومیوپیتھی پرانی دبی ہوئی بیماریوں یعنی سوزاک خارش۔ جلدی امراض اور آتشک کو دور کر سکتی ہے۔ ہانمن اعظم ان باتوں کو نہ جان سکے اور ان باتوں کے جانے بغیر کوئی شخص بھی وہ کام نہیں کر سکتا جو ہانمن اعظم کہتے تھے کہ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ادویات کے بد اثرات قابلِ علاج ہیں لیکن وہ صرف ۵۰ پوٹنسی استعمال کرتے تھے اور یہ کام نہ کر سکے۔ بغیر

اس خاص علم کے آپ دبی ہوئی بیماریوں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتے۔

جو کام میں نے کیا ہے اُس نے آپ کو محوِ حیرت کر دیا ہے۔ جو کام آپ نے میری پریکٹس میں ملاحظہ کیا ہے وہ اس علم خاص کی بدولت دوسرے معالجین کے کام سے بالکل مختلف ہے۔ جو معالجین اس علم خاص سے واقفیت نہیں رکھتے غلطیوں پر غلطیاں کرتے چلے جاتے ہیں اور انسانوں کی زندگیوں کو تباہ و برباد کرنے کا سبب بنے ہوئے ہیں کیونکہ وہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ مریض کے اندر کیا واقع ہو رہا ہے۔ یہ دماغی اور جسمانی تعلقات کا علم بغور مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ تعلقات سوائے اصولِ بالمثل کے نصیب ہی نہیں ہو سکتے۔ ان تعلقات پر غور کرو۔ ان سے نفع حاصل کرو۔ انہیں استعمال کرو۔ حقیقت کے جاننے والے بہت کم ہیں۔ دُنیا جاہلوں سے پُر ہے جس قدر کوئی شخص کم جانتا ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داری کم ہے۔ جب آپ نے سچائی اور حقیقت کو پالیا تو اس کے ساتھ ساتھ ایک فرض بھی لگا ہوا ہے آپ ایک جاہل کی بہ نسبت ہزار گنا زیادہ ذمہ دار ہیں۔ آپ نے بہت بڑی ذمہ داری کو اٹھایا ہوا ہے جو کچھ ہم سٹینگوں میں سنتے ہیں عام طور پر لوگوں کی ذاتی رائے ہوتی ہے لیکن جو کچھ ہم اب سن رہے ہیں رائے نہیں ہے۔ آپ علم کی روشنی میں اس سچائی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ میں اپنی کوئی رائے نہیں رکھتا اور میں ذاتی رائے پیش کرنے سے ہمیشہ اجتناب کرتا ہوں تاوقتیکہ ابدی سچائی کی مہر تصدیق نہ دیکھ لوں۔

یہ اس سلسلہ کی ابتدائی باتیں ہیں لیکن یہی اصولِ شفا تمام جسم میں جاری و

ساری ہے۔ اعضائے تناسلی عام طور پر "ارادہ وخواہش" کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ عورتیں جو اعضائے تناسلی۔ رحم اور خصیۃ الرحم کی تکالیف میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ ان کی "خواہشات" اور "سمجھ بوجھ" اخراجات کے دب جانے سے متاثر ہو جاتی ہیں۔ مرد جو جنسی تکالیف میں مبتلا ہوں۔ واضح طور پر "سمجھ بوجھ" کی خرابیوں میں چلے جاتے ہیں۔

پانچواں راز

پوٹنسیاں

انسان تنوع پسند ہے۔ ایک ہی چیز ہر بار انسان پر یکساں اثر انداز نہیں ہوتی۔ چنانچہ ادویات بھی انسان پر ہر بار یکساں عمل نہیں کرتیں۔ یہاں تک کہ منشیات اور دیگر زہریلی چیزیں جو انسان استعمال کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ اپنا اثر کھونے لگتی ہیں افیون۔ شراب۔ سنکھیا اور ایسی ہی دیگر چیزیں شروع شروع میں انسان پر اپنا شدید اثر قائم کرتی ہیں لیکن انسان جوں جوں ان کا خوگر ہوتا چلا جاتا ہے ان کی مقدار استعمال بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہ مادی مقدار جسم کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیتی ہے۔ غیر ہومیوپیتھک طبیں دوا کے مادی اثرات کو جسم پر قائم رکھنے کے لیے ان کی مقدار بڑھاتی رہتی ہیں۔ اور بالآخر وہ حدود قریب تر آجاتی ہیں جب کہ دوا اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے اور مقدار دوا کا بڑھانا خطرناک معلوم دیتا ہے۔ لیکن ہومیوپیتھک پوٹنسیوں کی وجہ سے ہم ایک ہی دوا ایک مریض کو اس وقت تک بآسانی کھلا سکتے ہیں حتیٰ کہ مریض شفایاب ہو جاتا ہے پھر چونکہ پوٹنسی میں دوا کا مادی اور زہریلا عنصر باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا مریض کے زہر آلود ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

ہومیو پیتھک پوٹنسیاں جوں جوں بلند ہوتی چلی جاتی ہیں دوا کے ردِ عمل پیدا کرنے کی طاقت بتدریج بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہومیو پیتھک پوٹنسیاں موسیقی کی سات سروں کی مانند ہیں جن سے سازِ حیات صحت کے نغمے بلند کرنا فروغ کر دیتا ہے۔

ذیل میں ہومیو پیتھک پوٹنسیوں کے بارے میں ڈاکٹر کینٹ کے وضع کردہ اصول درج کئے جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں،

۳۰ سال تک محتاط مشاہدہ کے بعد مندرجہ ذیل اصول پوٹنسیوں کے بارے میں مقرر کئے جا سکے ہیں۔ ہر معالج کے پاس سو کی اسکیم پر تیار شدہ مندرجہ ذیل پوٹنسیاں ہونی چاہئیں۔

۳۰ - ۲۰۰ - ایک ہزار، دس ہزار - ۵۰ ہزار - سی ایم ڈی ایم اور ایم ایم۔

۳۰ سے ۱۰ ہزار تک پوٹنسیاں زیادہ پُرجس عورتوں اور بچوں کے لئے موزوں ہیں۔

۱۰ ہزار سے ایم ایم تک پوٹنسیاں عام مزمن بیماریوں میں ان لوگوں میں کارآمد ہیں جو زیادہ پُرجس نہیں ہیں۔

حاد امراض میں ایک ہزار اور ۱۰ ہزار پوٹنسیاں زیادہ مفید ہیں۔

پُرجس عورتوں اور بچوں میں پہلے تیس یا ۲۰۰ پوٹنسی دینا مفید رہے گا اور ان کے زیرِ اثر مریض کو اپنی اصلاح کرنے کا موقعہ اور وقت دینا چاہیئے۔ ان کے بعد اسی طرح سے ایک ہزار اور جب ایک ہزار کا اثر زائل ہو جائے تو ۱۰ ہزار پوٹنسی دینی چاہیئے۔

ان مریضوں میں جو مزمن امراض میں مبتلا ہیں اور زیادہ حساس نہیں ہیں پہلے

۱۰ ہزار پوٹنسی دی جا سکتی ہے اور جب تک اس کا فائدہ حاصل ہوتا رہے اسے جاری رکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد ۵۰ ہزار پوٹنسی اسی طرح سے کام کرے گی جس طرح سے ۱۰ ہزار نے کیا ہے یہ پوٹنسی بھی اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک مریض اس کے زیرِ اثر اصلاح پذیر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد سی ایم ڈی ایم اور ایم ایم کو اسی ترتیب سے استعمال کرایا جا سکتا ہے۔

اس طرح سے پوٹنسیوں کے بتدریج استعمال سے ہم مریض کو ایک بالمثل دوا کے زیرِ اثر اس وقت تک رکھ سکتے ہیں جب تک کہ مریض شفا حاصل نہیں کر لیتا جب ایک بالمثل دوا معلوم ہو جاتی ہے تو وہ اسی طرح سے پوٹنسیوں کی تدریج میں کام کرتی ہے اور اگر دوا صرف مشابہ ہوگی تو دوا ایک پوٹنسیوں میں کام کر کے رہ جائے گی علامات بدل جائیں گی اور وہ ایک نئی دوا کو طلب کریں گی۔

چھٹا راز

بالمثل دوا کا ردِّ عمل

ہومیوپیتھی علاج ایک باقاعدہ اسکیم کا نام ہے۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے اس اسکیم کے ضروری پہلو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک مریض ہمارے پاس شفاء کامل حاصل کرنے کی غرض سے آتا ہے۔ ہم اس کی تمام مرضیاتی ہسٹری کو احتیاط سے ساتھ قلمبند کرتے ہیں۔ مزاجی علامات چابکدستی سے حاصل کرتے ہیں اب ہمارے پاس اُس مریض کی واردات وحادثات جسم وروح کی پوری پوری اطلاع موجود ہے۔ علاماتِ جسم ایک خاص نہج پر جا رہی ہیں۔ ہم ہر ہر علامت کا انفرادی اور تمام جسم کا مجموعی طور پر جائزہ لینے کے بعد اس مریض کی بالمثل دوا تجویز کرتے ہیں اور اس دوا کی مریض کے حسبِ حال پوٹنسی اُسے کھلاتے ہیں۔ یہ دوا مریض کے تمام جسم میں ردِّ عمل پیدا کرے گی۔ علامات کی ریکارڈ شدہ تصویر چکر لگانا شروع کر دے گی۔ علامات کا ریکارڈ کرنے۔ بالمثل دوا تجویز کرنے اور حسبِ حال پوٹنسی کا اندازہ کر کے کھلانے کے بعد یہ چوتھی منزل ہے جو ہومیوپیتھک معالج کے معالجاتی راستہ میں سامنے آتی ہے۔ پہلی تین منزلیں عام طور پر بخیر وخوبی طے کر لی جاتی ہیں لیکن اس چوتھی منزل پر بڑے بڑے معالجاتی پہلوانوں کے چھکے چھوٹنے شروع ہو

جاتے ہیں۔ اس منزل سے گذرنے کے لئے مضبوط دل ودماغ کی ضرورت ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ہومیوپیتھک معالج نے مریض کی عادات۔ غذاؤں وغیرہ کو مریض کے حسبِ حال بنا لیا ہوگا لہٰذا اب اگر مریض کی علامات میں کسی طرح کی تحریک یا ردّوبدل پیدا ہوگا تو وہ بالمثل دوا کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر کینٹ نے اس مقام پر اپنے گیارہ مشاہدات قلمبند کئے ہیں جو ہر ہومیوپیتھک معالج کو حرف بحرف ازبر ہونے چاہئیں۔ ان مشاہدات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں

بالمثل دوا کے ردِّ عمل کا پہلا مشاہدہ

بالمثل دوا دینے پر ایک شدید اور لمبا ردِّ عمل شروع ہو جاتا ہے تمام علامات جسم پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ یہ شدت کم ہونے میں ہی نہیں آتی اور مریض رفتہ رفتہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

اس مشاہدہ سے صاف ظاہر ہے کہ مریض ناقابلِ شفا تھا جو مزاجی دوا دی گئی وہ اس وقت دی جانی چاہیئے تھی جب کہ مریض صحت مندانہ ردِّ عمل کر کے شفاء کامل حاصل کر سکتا تھا۔ شاید بیس سال قبل۔ نیز پوٹنسی بہت بلند تھی جس نے اس قدر ردِّ عمل قوتِ حیات سے طلب کیا کہ مریض کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے یہی وہ ردِّ عمل ہے جس میں ڈاکٹر کینٹ نادان ہومیوپیتھ کے ہاتھوں بلند پوٹنسی حاصل کرنے کی بجائے اپنے آپ کو استروں والے ایک درجن حبشیوں کے حوالے ہو جانا زیادہ پسند کرتے ہیں کہ شاید ان کے ہاتھوں بچ نکلیں لیکن ایسی حالت میں ایک مزاجی دوا کی بلند پوٹنسی کے ردِّ عمل سے بچ جانا ممکن نہیں۔ اس ردِّ عمل کی شکل دیگ

ذیل ہے۔

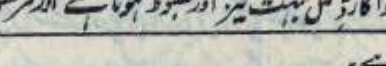

مریض نے مقام د سے چل کر مقام ب تک کا مرضیاتی فاصلہ بیس سالوں میں طے کیا ہے اور اس سفر میں اس کے اعضائے بدن بہت کمزور اور خستہ ہو گئے ہیں۔ جب مقام ب پر بالمثل مزاجی دوا کی ہلند پوٹنسی مریض کو دی جاتی ہے تو وہ مقام ج پر آکر دم توڑ دیتا ہے۔ ایسے مریضوں کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے اس کے بارے میں آگے چل کر تحریر کیا جائے گا۔

دوسرا مشاہدہ

دوا کا ردِ عمل ایک لمبے عرصہ تک شدید صورت میں جاری رہتا ہے لیکن انجام کار مریض آہستہ آہستہ صحت کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ گو مریض کی حالت کافی خستہ تھی۔ اعضائے بدن بہت کچھ ارسیدہ ہو چکے تھے لیکن ابھی ان میں اس قدر قوت باقی رہ گئی تھی کہ کافی تکلیف اٹھانے کے بعد رفتہ رفتہ سنبھل سکیں۔ ایسی حالت میں مریض اور معالج کو نہایت احتیاط کے ساتھ آگے قدم بڑھانے کی ضرورت ہے اور مریض کے لئے تو بد اعتدالیوں کی ذرہ بھر گنجائش موجود نہیں ہے۔ بس ناک کی سیدھ چلے چلو۔ اس کی شکل یہ ہوگی۔

تیسرا مشاہدہ

دوا کا ردِ عمل بہت تیز اور مضبوط ہوتا ہے اور مریض جلد ہی شفا کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔

ایسی صورت میں مریض کے اعضائے بدن اچھی حالت میں ہیں، جسم کے اعضاء میں مادی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ اعضائے رئیسہ مضبوط ہیں۔

چوتھا مشاہدہ

مریض بغیر ادویاتی ردِ عمل کے شفا حاصل کر لیتا ہے۔

یہ ردِ عمل بھی تیسرے مشاہدہ کی مانند ایک مضبوط مریض کا ردِ عمل ہے اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دوا کی پوٹنسی کیس کی کیفیت کے بالکل مطابق تھی لہٰذا بے ضرورت ردِ عمل کی شدت دیکھنے میں نہیں آئی لیکن ہم بہترین ردِ عمل اُسے ہی تصور کرتے ہیں جب کہ جسم میں کچھ نہ کچھ علامات میں تیزی ضرور آجائے اور بعد ازاں مریض صحت کی طرف قدم بڑھائے۔ ردِ عمل کی تیزی پورے جسم کی مناسب جوابی کارروائی کی مستند علامت ہے۔

پانچواں مشاہدہ

دوا دینے کے بعد ایک مرتبہ آرام آجاتا ہے لیکن بعد ازاں علامات زیادہ تیز ہو جاتی ہیں

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ مریض ناقابلِ شفا ہے یا آپ نے جو دوا تجویز کی ہے وہ صرف سطحی دوا تھی کہ کچھ دیر آرام پہنچانے کے بعد اپنا اثر کھو بیٹھی۔ ایک درست دوا کی اعلیٰ بلند پوٹنسی کو کئی ہفتے کام کرتے چلا جانا چاہیئے۔ اس دوا کا

صرف چند روز کام کرکے ختم ہوجاتا کیس کو مشکوک بنا دیتا ہے یا تو مریض نے کوئی ایسی چیز استعمال کرلی ہے جس سے اور یا قی اثر زائل ہوگیا ہے یا پھر مریض کی حالت ایسی نہیں ہے کہ زیادہ دیر تک ردِ عمل کو برقرار رکھ سکے۔ درحقیقت دوا کے دینے کے بعد کچھ نہ کچھ ردِ عمل کی شدت کا پیدا ہونا ایک ضروری صحت مندانہ فعل ہے یا تو چوتھے مشاہدہ کی مانند آرام آنے کے بعد علامات واپس ہی نہ آئیں اور اگر علامات واپس آتی ہیں تو کیس میں گڑبڑ ضرور ہے۔

چھٹا مشاہدہ

علامات کو تھوڑی دیر کے لئے آرام آجاتا ہے

یہ مشاہدہ بھی پانچویں مشاہدہ کی مانند ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پانچویں مشاہدہ میں مریض کی علامات کو ایک مرتبہ سکون آجاتا ہے لیکن بعد ازاں علامات کی تیزی پہلے سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔ اس چھٹے مشاہدہ میں مریض کی حالت یکساں چلتی رہتی ہے۔ فقط دوا دینے سے کچھ دیر کے لئے آرام آجاتا ہے۔ یہ حالت بھی جسم کے اعضاء کی سوزشوں اور گہری خرابیوں کو ظاہر کرتی ہے اور ایسی کیفیت والا مریض بھی بالعموم ناقابلِ شفا ہوتا ہے۔

ساتواں مشاہدہ

علامات کی تقریباً مستقل صورت میں تخفیف دکھائی دیتی ہے لیکن مریض بذاتِ خود کوئی خاص افاقہ محسوس نہیں کرتا۔

یہ مشاہدہ مندرجہ ذیل حالتوں میں معلوم کیا گیا ہے۔

ایک مریض جس کا صرف ایک گردہ ہو۔

ایک مریض جس کے پھیپھڑوں میں سلی مواد کی گٹھلیوں کی شکل میں بند ہوگیا ہو۔

ایسے مریض دوا سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں مگر کسی خاص حد تک کیونکہ ایک گردہ والا مریض یا وہ مریض جس کے پھیپھڑوں میں سلی مواد کی گٹھلیوں نے جگہ لے رکھی ہو کسی خاص حد تک ہی ترقی کرسکتا ہے اور یہی اس کے لئے غنیمت ہے یہ مشاہدہ بھی ناقابلِ شفا کیس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آٹھواں مشاہدہ

بعض مریضوں میں ہر اس دوا کی پوری علامات پیدا ہوجاتی ہیں جو انہیں دی جائے۔

ایسے مریض عام طور پر بہت زیادہ پُرحس ہوتے ہیں۔ ہسٹیریائی مزاج بھی اسی میں شامل ہے۔ اس طرح کے وافر حسیت رکھنے والے مریض عموماً ناقابلِ شفا ہوتے ہیں۔ اس طرح کے مریض معالج کے لئے نہایت پریشان کن ہوتے ہیں۔ البتہ ایسے لوگ بنی نوع انسان کی خدمت اس طرح پر ضرور کرسکتے ہیں کہ ان پر مختلف ہومیوپیتھک دوائیں پوٹنسیوں میں اچھی طرح سے تجربہ کی جاسکتی ہیں۔ ایسے مریضوں کا علاج ۳۰ اور ۲۰۰ پوٹنسیوں میں کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں ان کو ہزار اور دس ہزار پوٹنسی تک لے جایا جاسکتا ہے۔

نواں مشاہدہ

دوا دینے کے بعد نئی علامات پیدا ہونی شروع ہوجاتی ہیں۔

اس مشاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ دوا غلط تجویز کی گئی ہے لیکن اس مقام پر اس احتیاط کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے کہ جب دوا دینے کے بعد علامات

پیدا ہوں تو انہیں صرف "نئی علامات" سمجھ کر دوا پر شبہ مضبوط نہ کر لینا چاہیئے اچھی طرح سے چیک کریں کہ کیا یہ پرانی دبی ہوئی علامات تو نہیں ہیں کیونکہ دبی ہوئی علامات کا واپس آنا دوا کی درست تجویز پر دلالت کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مریض کو پرانی علامات یاد نہ رہی ہوں اور وہ پرانی علامات ہی کو نئی علامات سمجھ رہا ہو۔ البتہ اگر بہت سی علامات پیدا ہوں اور ان کے متعلق یقین ہو سکے کہ یہ بالکل نئی علامات ہیں تو پھر دوا پر شک کرنا جائز ہے۔ ایسی حالت میں آپ دوسری دوا تجویز کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔

دسواں مشاہدہ

جب پرانی علامات واپس آئیں

جب پرانی دبی ہوئی علامات واپس آنا شروع ہو جائیں تو سمجھ لیں کہ دوا نے درست عمل کیا ہے اور مریض صحت کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ پرانی علامات کو نئی علامات کے پیدا ہونے پر یا غیر ہومیوپیتھک ادویات وغیرہ کی وجہ سے دب جاتی ہیں اور جب بالمثل دوا کام کرنا شروع کرتی ہے تو مریض پیچھے کی طرف مارچ کرنا شروع کر دیتا ہے جو علامت جس ترتیب سے واقع ہوئی تھی اور پھر دب گئی تھی۔ اس ترتیب کے برعکس واپس آتی ہے۔ اسی طرح سے علامات واپس آتی ہیں اور پھر مٹتی چلی جاتی ہیں۔ کتابِ زندگی کے اوراق پیچھے کی طرف الٹنے شروع ہو جاتے ہیں اور مریض رفتہ رفتہ صحت سے ہم کنار ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں دوا کو نہ چھیڑنا چاہیئے بلکہ جب دوا کا اثر ختم ہونے کی وجہ سے علامات کی نکاس میں بندش پیدا ہو جائے تو پھر اسی دوا کی ایک خوراک کی دہرائی کی ضرورت ہے۔

گیارہواں مشاہدہ

جب علامات غلط راستہ اختیار کر لیں۔

انسانی جسم میں بعض اعضا بعض اعضا سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً دل جگر۔ گردے۔ دماغ وغیرہ ٹانگوں۔ بازوؤں اور جلد سے یقیناً زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اب اگر کسی شخص کے گھٹنوں کا درد یا ہاتھوں پاؤں کی سوزشیں چلی جاتی ہیں اور مریض کا دل مبتلائے مرض ہو جاتا ہے تو یقیناً ایسے کیس میں علامات نے غلط راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اگر جلد کی کوئی سی بیماری جلد سے چلی جائے اور معدہ۔ جگر یا کوئی اہم عضو مبتلائے مرض ہو جائے تو یہ علامات کا غلط راستہ ہے۔ ایسی حالت میں دوا کے عمل کو اس کی دافع اثر دوا سے فوراً روکنا چاہیئے ورنہ مریض کی خیر نہیں۔

امید ہے اس چوتھی منزل کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کر لیا ہوگا۔ ہومیوپیتھک معالج کو اس منزل پر پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہومیوپیتھک معالج کی ذمہ داری صحیح معنوں میں اس وقت شروع ہوتی ہے۔ جب وہ بالمثل دوا کی پوٹنسی مریض کی زبان پر رکھتا ہے۔

ساتواں راز

حاد اور مزمن بیماریاں

مزمن بیماری درحقیقت وہی مرضیاتی کیفیت ہے جو انسان ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوتا ہے۔ تمام عمر یہ مزمن کیفیت عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے اور انسان کے ساتھ ہی قبر میں جاتی ہے۔ اب انسان جس ماحول میں زندگی بسر کرے گا اُس کے مطابق اس مزمن کیفیت کو ترقی حاصل ہوگی۔ اگر انسان ایک سو فیصدی فطری زندگی بسر کرتا ہے تو یہ مزمن کیفیت شدت سے سر نہیں اٹھاتی سادہ زندگی کی طرح یہ مزمن مرض بھی سادہ ہی رہتا ہے لیکن اگر انسان غیر فطری زندگی بسر کرے تو اس مزمن کیفیت کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور اس کی شدت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

اِس مزمن کیفیت کو تحریک دینے والے اسباب ہر شخص جانتا ہے اور جاننے بوجھنے کے باوجود لذت کشی کے حصول میں اپنی زندگی اور جسم کو بھینٹ چڑھاتا ہے۔ موٹے موٹے اسباب تحریک درج ذیل ہیں۔

کثرتِ جماع، مشت زنی اور لواطت

پُرخوری اور مرغن اشیاء کا کثرتِ استعمال۔

مصالحہ جات کا استعمال۔

شراب، سگریٹ اور دیگر منشیات کا استعمال

چائے۔

کثرتِ مطالعہ

مناسب ورزش کا نہ کرنا اور آرام طلبی

بہت سی غیر ضروری خواہشات کا پالنا اور اُن کی تکمیل میں دیوانہ وار لگے رہنا۔

غیر ہومیوپیتھک دواؤں کا استعمال۔

غربت اور تنگ و تاریک مکانات کی رہائش

کام زیادہ کرنا اور آرام کم کرنا۔

وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس لسٹ کو کوئی کہاں تک گنوائے۔ اس طرح کی ایک صد ایک وجوہات بیان کی جاسکتی ہیں۔ انسان کی تباہی کے لئے ان سب وجوہات کا ہونا لازمی نہیں ہے۔ کشتی کو ڈبونے کے لئے صرف ایک سوراخ ہی کافی ہوا کرتا ہے اس لئے ہومیوپیتھک معالج کو چاہیئے کہ مریض کے شب و روز کو پوری چھان بین سے معلوم کرے اور دیکھے کہ مریض کون سی بدعادات میں مبتلا ہے اور اُس (LEAKAGE) کو بند کرنے کے لئے معالج کو سخت ترین اقدامات کرنے کی ضرورت ہے ورنہ دوا نے تو صرف جسم میں باقی ماندہ قوت کو اکٹھا کر کے مناسب اصلاح کے لئے تحریک دینی ہے۔ دوا مریض کی بداعتدالیوں کو سنبھالے رکھنے کا فرض ادا نہیں کرسکتی۔ لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ سب سے پہلے معالج مریض کے شب و روز کی اصلاح کرے۔ غیر فطری افعال کو روکے اور مریض کو

سادہ اور فطری زندگی کی طرف پلٹنے اور یہاں پر اسے معلم الاخلاق بھی بننا پڑے گا اور نفسیات کا ایک ماہر کامل بھی ورنہ جہاں ہومیوپیتھی بدنام ہوگی وہاں معالج کے نامۂ اعمال میں ناکامیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔

مزمن کیفیت مریض کے ایک ایک خلیہ میں اچھی طرح سے پیوست ہو چکی ہوتی ہے لہٰذا اس کو دُور کرنا گویا مریض کے تمام جسم کی کایا پلٹ کرنا ہے اور اس کے لئے یقیناً مریض اور معالج کو کامل مستقل مزاجی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کایا پلٹ میں دنوں کی نہیں بلکہ سالوں کی ضرورت ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پبلک کے دماغوں میں ہومیوپیتھی کے اصول اچھی طرح سے استوار نہ کر دیئے جائیں۔

حاد بیماریاں درحقیقت مزمن کیفیت کے جوش میں آجانے کے سوا اور کچھ نہیں ہیں خصوصاً موسموں کا تغیر و تبدل مزمن کیفیت کو ہیجان میں لے آتا ہے اور انسان کو موت و حیات کے فیصلہ کن مرحلہ پر لا کھڑا کر دیتا ہے۔ جسم انسانی میں تباہی اور بربادی پوری شدت سے شروع ہو جاتی ہے اور چند دنوں کے اندر ہی اندر ایں جانب یا آں جانب کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی کا یہ سخت ترین مرحلہ ہے۔

چنانچہ مزمن بیماریاں وہ ہیں جو آہستہ آہستہ انسان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھاتی رہتی ہیں۔ ان کا رخ کبھی صحت کی طرف نہیں ہوتا اور انسان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہیں۔ حاد بیماریاں پوری شدت سے ظاہر ہوتی ہیں اور چند دنوں کے اندر ہی اندر یا مریض اُن سے بچ نکلتا ہے یا راہیٔ ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔

ان حاد اور مزمن بیماریوں میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ پہلی یہ کہ حاد بیماریوں میں مریض کی علامات چونکہ پوری شدت سے تمام جسم میں ہویدا ہوتی ہیں لہٰذا حاد بیماریوں میں ہم ایک بالمثل دوا کی علامات کی کامل تصویر اپنے پورے خدوخال سمیت مریض میں دیکھ سکتے ہیں لیکن مزمن بیماریوں میں چونکہ علامات سُست سُست سی اور جسم کی گہرائیوں میں دبی ہوئی ہوتی ہیں لہٰذا ہمیں کسی بالمثل دوا کی کامل تصویر پورے خدوخال سمیت مشکل سے ہی نظر آتی ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ پرانی بیماریوں میں بہ نسبت حاد بیماریوں کے ہمیں بالمثل دوا کی تلاش میں زیادہ وقت پیش آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حاد بیماری شدت علامات کی وجہ سے مزمن مرض کی علامات کو وقتی طور پر دبا دیتی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ پرانا اور ضروری اصول کسی وقت نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ ایک حاد مرض کے کیس میں مزمن مرض کی علامات کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے اور صرف شدید صورتِ حالات کو سنبھالنا چاہیئے تاکہ یہ طوفانِ بدتمیزی ختم جائے تو پھر پرانی علامات کی طرف توجہ دی جائے کیونکہ حاد مرض کی علامات کے رفع ہو جانے پر پھر پرانی علامات اپنی منحوس صورت ضرور دکھائیں گی اور ہمیں ہر حالت میں "علامات کے پیغام" کے مطابق عمل کرنا ہے۔

ایک اور حقیقت جو حاد امراض کے سلسلہ میں سامنے آتی ہے یہ ہے کہ تقریباً تمام حاد امراض میں "حاد دوائیں" ہی کام آتی ہیں اور مزمن میں "مزمن ادویات" لہٰذا حاد امراض میں مزمن ادویات کا استعمال نہ کیا جائے اور مزمن امراض کے علاج میں حاد ادویات بے کار ہیں۔

"حاد ادویات" سے مراد وہ ادویات ہیں جو شدید ترین اور پُر ہیجان علامات پیدا کرتی ہیں لیکن ان کا ردِ عمل بہت تھوڑی مدت تک قائم رہتا ہے: مزمن ادویات" وہ دوائیں ہیں جن کی علامات بالعموم کم پُر ہیجان ہوتی ہیں لیکن ان کا ردِ عمل ہفتوں بلکہ مہینوں چلتا ہے۔ حاد دوا کو ہر چند گھنٹوں بعد دہرانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن مزمن دوا کی ایک خوراک کو ہفتوں اور مہینوں دہرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حاد دواؤں کی ایک لسٹ درج ذیل ہے۔

Aconite	Bryonia	Dulcamara
Aethusa	Camphora	Euphrasia
Allium Cepa	Chamomilla	Ferrum Phos
Baptisia	Coffea	Gelsemium
Belladonna	Colocynthis	Hellab

ان میں سے بعض ادویات حاد امراض کے علاوہ بھی کسی حد تک کام کر جاتی ہیں، مزمن ادویات کی ایک لسٹ درج ذیل ہے:

Hyoscyamus	Nux. Vomica	Rhus Tox
Ipecac	Pulsatilla	Veratrum Album
Alumina	Kali Carb	Nitric Acid
Argentum Met.	Lachesis	Psorinum

Baryta Carb	Lycopodium	Sepia
Calcarea Carb	Medorrhinum	Silicea
Conium	Merc. Sol.	Sulphur
Graphites	Natrum Mur.	Syphilinum
Iodium	Natrum Sulph	Thuja
		Tuberculinum

یہ دونوں لسٹیں بالکل ادھوری ہیں اور صرف مثال کے طور پر درج کی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا حاد ادویات میں بھی بعض مزمن کیفیتوں کو دور کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور اسی طرح سے مزمن ادویات کی لسٹ میں سے بعض دوائیں حاد امراض میں کام کرتی ہیں۔ اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے اور بعض اوقات حاد اور مزمن ادویات کو "حاد" اور "مزمن" کا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن بہر کیف ہمیں حاد اور مزمن امراض اور حاد اور مزمن ادویات کا لحاظ ضرور رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ ہم ایک "جاندار سائنس" کا بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنے فیصلوں کو احتیاط کے ساتھ جاری کرنا ہوگا۔ "متحرک زندگی" کی سائنس میں دوائیں بھی کوئی جامد صورت اختیار نہیں کر سکتیں۔

آٹھواں راز

ادویات کا مطالعہ

چونکہ ایک جسم میں صرف ایک ہی بیماری ہے لہٰذا ہم تمام جسم کی علامات کا مطالعہ اس نقطۂ نظر سے کریں گے کہ جس جسم کی واحد مرضیاتی کیفیت کی تصویر بحیثیت ایک وحدت (UNIT) کے ہمارے ذہن میں اتر آئے۔ جسم کی تمام علامات صرف ایک دوا کی طرف اشارہ کرتی ہیں جیسے کہ مندرجہ ذیل شکل سے ظاہر ہے۔

جسم کی علامات کا دائرہ

چنانچہ جب ہم ایک دوا کی علامات کا مطالعہ کریں گے تو ہمارے مدِ نظر ایک

واحد جسم ہوگا جس کے مختلف اعضاء میں دوا کی علامات پیدا ہو رہی ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر مرض کی علامات اور دوا کی علامات ایک ہی چیز ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مرض کی علامات جسم نے اپنے اندر خود پیدا کر لی ہیں اور دوا کی علامات جب دوا جسم میں داخل کی جائے تو پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ اس کی وضاحت "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" میں اچھی طرح سے کر دی گئی ہے اور ہر ہومیوپیتھ فن کے اس اہم راز سے بخوبی واقف ہے لہٰذا دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوا کی علامات بیماری کی علامات سے کہیں شدید تر ہوتی ہیں اور اصول بالمثل کے ماتحت ہم اس ادویاتی شدت سے قدرتی مرض پر قابو پا لیتے ہیں۔

ہر دوا کا بطور ایک کامل وحدت (PERFECT UNIT) کے مطالعہ کرنا چاہیئے حتیٰ کہ ہمارے تخیل میں ہر ایک دوا کی الگ ایک تصویر پیدا ہو جائے اور جب ایک ہومیوپیتھک معالج کے دماغ میں گذشتہ صفحات میں درج شدہ کم از کم دو صد ادویات کی کامل تصویریں کھنچ جائیں گی تو وہ ایک فن کار کی حیثیت حاصل کرے گا اور اس کی چھٹی حس بیدار ہو جائے گی۔ جب ایک مریض سامنے لایا جائے گا تو اس مریض کا "ادویاتی ہمزاد" فوراً اپنے آپ کو فن کار کے سامنے پیش کر دے گا۔ یہ کمالِ فن ہے اور اس کے حصول کے لئے چلہ کشی کی ضرورت ہے۔ ہانمن اعظم بابائے ہومیوپیتھی ڈاکٹر ہیرنگ اور ہانمن ثانی ڈاکٹر کینٹ ایسے ہی بلند پایہ فن کار تھے ان کی وسعتِ علم تک شاید ہی کم لوگوں کی رسائی ہو لیکن جو دشوار راہیں وہ ہمارے لئے ہموار کر گئے ہیں ہم اُن پر نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھ گامزن ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے علم کی بلند ترین چوٹیوں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے اور

اب ہمارا کام بہت کچھ آسان ہوگیا ہے۔ ہمیں اُن دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا ہے جو صرف ان فن کاروں کا حصہ تھا۔

ذیل میں ہم اُن کتب کی لسٹ درج کرتے ہیں جو ہر ہومیوپیتھک معالج کے پاس ہونی لازمی ہیں۔

1. Kenotes of Leading Remedies by Dr. Allen.
2. Leaders in Homoeopathic Therapeutics by Dr. Nash.
3. Homoeopathic Materia Medica by Dr. Kent.
4. Pocket Materia Medica by Dr. W. Boericke.
5. Dictionary of Materia Medica (3 volumes) by Dr. Clar
6. Repertory of Materia Medica by Dr. Kent.
7. Twelve Tissue Remedies by Drs. Boericke & Dewey.
8. Homoeopathic Therapeutics by Dr. Dewey.
9. Philosophy by Kent.
10. Organon by Hahnemann.
11. New Remedies by Kent.

ہم نے کتب کی یہ لسٹ تمام ہومیوپیتھک لٹریچر کو کھنگالنے کے بعد تجویز کی ہے ایک مشہور انگریزی مقولہ ہے (TOO MUCH OF EVERY THING IS BAD) یعنی کسی چیز کی زیادتی اچھی نہیں ہوتی۔ بے تحاشا کتب انسان کو پاگل بنا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے

شاید بہت زیادہ لوگ محسوس کرتے ہیں لیکن بہت کم لوگ زبان پر لاتے ہیں شاید اس وجہ سے کہ علم کی تلاش میں جو کچھ نہ کیا جائے کم ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ اس طرح سے دماغ کی اٹھان (ORIGINALITY) بُری طرح مجروح ہوتی ہے۔ جس طرح سے کھیتی باڑی میں زیادہ تعداد میں کمزور بیلوں کے مقابلہ میں چند مضبوط اور تندرست بیل زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے بے تحاشا کتب کے مقابلہ میں چند کام کی کتابیں زیادہ مفید رہتی ہیں۔

کتب کی اس لسٹ کو ہم تین حصّوں پر تقسیم کریں گے۔ پہلا حصّہ ان کتب کا ہے جن کا ایک ایک حرف ہماری پوری توجہ کا طالب ہے وہ یہ ہیں۔

Key—notes	Allen
Leaders	Nash
Materia Medica	Kent.

یہ تین کتب دن رات ہمارے مطالعہ میں رہنی چاہئیں اور ان کا ایک ایک حرف ہمیں ازبر ہوجانا چاہیئے۔ نیش لیڈرز ایلن کی نوٹس کی تفسیر ہے۔ دونوں کتابیں نہایت مختصر، جامع اور ہلکی پھلکی ہیں جنہیں دماغ آسانی سے ہضم کرسکتا ہے کینٹ میٹریا میڈیکا میں دواؤں کی تصاویر بہت شرح وبسط کے ساتھ درج ہیں چنانچہ اگر اس ترتیب کے ساتھ ان کا مطالعہ کیا جائے تو نہایت مفید رہتا ہے۔ پہلے کینٹ میٹریا میڈیکا سے ایک دوا پڑھی جائے اور ضروری نوٹس لے لئے جائیں۔ پھر نیش لیڈرس پڑھی جائے اور کینٹ میٹریا میڈیکا کے نوٹس کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے۔ آخر میں بطور خلاصہ کے ایلن کی نوٹس کو پڑھا جائے۔ اس ترتیب کے

ساتھ مطالعہ کرنے سے دوا کی پوری تصویر دماغ میں کھچ جائے گی۔ اسی طرح سے اکیلی اکیلی دوا کا انفرادی طور پر مطالعہ کرنا چاہیئے۔ روزانہ ایک دوا پڑھیں اور سال بھر میں ان تینوں کتب کا اکٹھا مطالعہ ایک مرتبہ ضرور بطور دہرائی REVISION کے ختم ہو جانا چاہیئے۔ یاد رہے کہ کسی اکیلی کتاب کے مطالعہ میں وہ آسانی پیدا نہ ہوگی جو تینوں کے تقابلی مطالعہ سے ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ تقابلی مطالعہ ہی آسان اور دلچسپ مطالعہ ہے۔ دماغ کسی پتھر کے ساتھ پھوڑنے کی چیز نہیں اسے ہمیشہ خوشگوار کارکردگی ہی زیادہ مرغوب ہوتی ہے۔ ان تین کتب کی سال بھر میں ایک مرتبہ دوہرائی آپ کو سال بہ سال کامل سے کامل تر بناتی چلی جائے گی۔ اور یہ ہی دماغ کی تربیت کا درست ترین طریقہ ہے۔

مندرجہ ذیل کتب صرف بطور حوالہ کی کتاب (REFERENCE BOOK) کے آپ کے پاس رہنی چاہیئے اور بوقت ضرورت ان سے مدد لی جا سکتی ہے ان پر وہ خاص توجہ دینے کی ضرورت نہیں جو اوپر دی گئی تین کتب کے لئے مخصوص ہے۔

Pocket Materia Madica by Boericke

Materia Medica (3 Volumes) by Clarke.

Twelve Tissue Remedies by Boericke & Dewey.

Homoeopathic Therapeutics by Dewey.

مندرجہ ذیل تین کتب میں ہومیو پیتھک فلاسفی کا تمام و کمال خزانہ بند ہے۔

Organon by Hahnemann.

Philosophy by Kent.

New Remedies by Kent.

کینٹ فلاسفی آرگینن کی بہترین تفسیر ہے اور دونوں کو ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ نیز ریمیڈیز میں چند دواؤں کے ذکر کے علاوہ ڈاکٹر کینٹ کے قلم سے ہومیو پیتھک فلاسفی پر شاہکار مضامین وغیرہ درج ہیں۔ ان تینوں کتب کا ایک آدھ صفحہ روزانہ نظر سے گذرنا چاہیئے اور ان کا مطالعہ متواتر ہوتا چلا جانا چاہیئے۔

آخر میں کینٹ ریپرٹری رہ جاتی ہے۔ یہ تمام ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا کا مستند ترین انڈکس ہے اور ڈاکٹر کینٹ کی تمام زندگی کی محنت کا مجموعہ۔ جہاں مختلف کیسوں کے حل کرنے میں دن رات اس کی ضرورت پڑتی ہے وہاں ادویات کے مطالعہ میں بھی اسے داہنے ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہے۔ یہ پیچیدہ کیسوں کا مشکل کشا ہے اور بوجھ سے زیادہ ایک سکون بخش مددگار کی حیثیت رکھتی ہے۔

ختم ہوا ہومیو پیتھک کتب کا بیان۔

ہم نے آپ کے دماغ پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا۔ ان گیارہ کتب میں سے صرف تین کتب کی کامل پابندی آپ پر لگائی ہے جن میں سے دو نہایت ہلکی پھلکی ہیں دیگر کتب صرف بطور حوالہ کی کتب کے ہیں اور فلاسفی کا صرف ایک آدھ صفحہ روزانہ ہے۔ اگر ہم اسی ترتیب کے ساتھ اپنا مطالعہ جاری رکھیں گے تو جہاں ہمارا علم کامل ہوتا چلا جائے گا وہاں ہمارے دماغ پر زیادہ بوجھ بھی نہیں پڑے گا۔

آخر میں اتنا اور کہنا ہے کہ اس مطالعے کے لئے آپ کو دن میں ۳/۲ گھنٹے مخصوص کر دینے چاہئیں اور ہزار مصروفیات کے باوجود اسے بطور فرض کے روزانہ ادا کرنا چاہیئے۔ وقت ایسا ہو کہ دماغ چاک و چوبند ہو اور مطالعہ کو ہضم کر سکنے کے قابل ہو۔ یہ نہ بھولیئے کہ یہی مطالعہ ایک دن آپ کو ترقی کی آخری منزل پر پہنچا دینے کا ذمہ دار ہے۔

نواں راز

تین سزائیں

ہم قبل ازیں بیان کر آئے ہیں کہ تمام جسمانی بیماریوں کا منبع دماغ ہے۔ ہمارے خیالات کا اثر ہمارے تمام جسم پر بذریعہ نظامِ اعصاب پڑتا ہے اور تمام اعضائے جسم ان خیالات کے مطابق بنتے یا بگڑتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ جب تک جسم صرف خیالاتِ بد کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ اعضائے جسم میں صرف فعلی تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور یہ تبدیلیاں جنہیں ہم "بیماری" کے نام سے یاد کرتے ہیں ان مخصوص خیالات کی مادی شکلیں ہیں۔ اس دنیا میں انسان نے جس قدر مادی تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور مادہ کو نئی نئی شکلیں دی ہیں مثلاً ریلوے۔ ہوائی جہاز۔ ایٹم بم وغیرہ۔ یہ تمام اُن خیالات کی مادی شکلیں ہیں جو انسانی دماغ میں پیدا ہوئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان مادی اشکال میں انسان نے اپنے جسم کے علاوہ موجود مادہ کو اپنے خیالات کے ہم شکل بنایا اور اپنی نسل کو تباہی و بربادی کے گڑھے پر لا کھڑا کیا اور جب اپنے دامن پر دستِ جنوں بڑھایا تو اُسے تار تار کر کے رکھ دیا۔

بانیٔ اعظم بارہ سال پرانے امراض کی علامات کو ترتیب دیتے رہے۔ ہزارہا پرانے امراض میں مبتلا مریضوں کی زندگی کا مطالعہ کیا اور جب اس حوصلہ شکن محنت

کو اکٹھا کر کے تجزیہ کیا تو انہیں تین ہولناک دیووں کی شکل نظر آئی جو بنی نوع انسان نے خود پال رکھے تھے اور انسان کا گلا گھونٹنے کی خدمت سرانجام دے رہے تھے آپ نے ان کا نام سورا، سفلس اور سائیکوسس رکھا۔ سورا کی علامات دوسرے دو سے زیادہ نظر آئیں۔ چنانچہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر بنی نوع انسان کی کُل بیماری دس حصہ تصور کی جائے تو نو حصہ سورا کے بنتے ہیں اور دسواں حصہ سفلس اور سائیکوسس پر مشتمل ہے اور اس دسویں حصہ میں بھی سورا کا برابر کا حصہ ہے کیونکہ سفلس اور سائیکوسس اس وقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتے جب تک سورا جرم انسانی میں موجود نہ ہو۔

سورا کی جملہ علامات کا قیام نظامِ اعصاب میں دیکھا گیا اور اُس کو "فعلی خرابیاں" پیدا کرتے پایا گیا۔ سفلس کو دماغی جھلیوں، جھجرہ، گلا، آنکھوں اور ہڈیوں میں زخم ڈالتے دیکھا گیا اور سائیکوسس کو اندرونی اعضا خصوصاً اعضائے تناسلی میں سوزشیں، رسولیاں اور نزلاتی تکالیف برپا کرتے معلوم کیا گیا۔

سفلس اور سائیکوسس "اشرف المخلوقات" انسان کے بدترین گناہ "زنا" کا ثمرہ ہے اور "سورا" بُرے خیالات کا ثمرہ۔

سورا کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں۔ بس دماغ میں خیالاتِ بد کی بھٹی گرم کی اور سورا تیار ہو گیا۔ اب یہ خیالاتِ بد اُسے "زنا" کی طرف ترغیب دینے لگے اور انسان حدودِ انسانیت پھلانگتا ہوا اُس مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں سورا کے دوسرے دو دوست سفلس اور سائیکوسس استراحت فرماتے تھے۔ چنانچہ "زنا" کا مرتکب ہو کر انسان واصل بہ سفلس اور واصل بہ سائیکوسس ہوا اور بالآخر واصل بہ..... ہُوا۔

کائنات کا واحد حاکم اللہ تعالیٰ مالکِ کُل ہونے کے ساتھ ساتھ عادل بھی ہے اور قانونِ عدل اس کی عدالت پر دلیل ہے۔ جب تک کوئی انسان فعلِ بد عملی طور پر نہیں کرتا کوئی سزا نہیں دیتا لہٰذا جب تک انسان صرف خیالاتِ بد کے چکر میں رہتا ہے۔ اس وقت تک اُسے صرف تنبیہہ کرتا رہتا ہے، کہ انسان پلٹنے مقام سے گرنے نہ پائے لہٰذا صرف سورا کو مسلط کر دیتا ہے تاکہ انسان میں خرابی کا احساس اُسے خیالاتِ بد کی رَو میں عملی اقدام سے باز رکھے۔ یاد رہے کہ جرم کے تمام احساساتِ مرض سورا کی پیداوار ہیں لیکن جب انسان عملی طور پر فعلِ بد کا مرتکب ہو جاتا ہے تو پھر سفلس اور سائیکوسس کی سزا کا مستوجب ہو جاتا ہے اور جرم، احساسات سے گزر کر نارِ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ سفلس اور سائیکوسس کی علامات نارِ جہنم کی یاد تازہ کر دیتی ہیں۔

ہر ہومیوپیتھ کو سورا، سفلس اور سائیکوسس کی علامات ازبر ہونی چاہییں تاکہ کسی کیس کی علامات کو دیکھ کر فوراً معلوم کیا جا سکے کہ یہ کس زہر کی علامات ہیں۔ سورا کی علامات کے لئے سلفر، سفلس کے لئے مرکیورس سال اور سائیکوسس کے لئے تھوجا کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو ان زہروں کی چوٹی کی دافع اثر دوائیں ہیں۔

سورا، سفلس اور سائیکوسس کا علم ہمیں علاج معالجہ میں مندرجہ ذیل سہولتیں بہم پہنچاتا ہے۔

۱۔ ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ کوئی کیس سورا سے تعلق رکھتا ہے یا سفلس یا سائیکوسس سے۔

۲۔ جس زہر کی علامات پائی جائیں ہم اس کی دافع اثر ادویات کی لسٹ میں سے براہِ راست دوا تجویز کر سکتے ہیں اور چونکہ یہ مخصوص دوائیں تعداد

میں کم ہیں لہٰذا ہمیں تجویز دوا میں آسانی رہتی ہے۔

۳۔ حاد امراض میں عموماً سطحی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔ سطحی دوائیں سورا، سفلس اور سائیکوسس کے بد اثرات کو دور کرنے کی اہل نہیں ہیں لہٰذا ہم اپنا وقت ان سطحی دواؤں کے استعمال کرتے رہنے میں ضائع نہ کریں گے بلکہ دافع سورا سفلس یا سائیکوسس دواؤں کی طرف توجہ مبذول کریں گے۔

۴۔ ہمیں یہ معلوم کرنے میں مدد ملے گی کہ جسم میں "صرف فعلی علامات" ہی موجود ہیں یا اعضا میں مادی تبدیلیاں" پیدا ہوگئی ہیں۔ اگر جسم میں "مادی تغیرات" واقع ہو چکے ہیں تو ہمیں مریض کے علاج میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا کیوں کہ ان زہروں کی دافع دوائیں نہایت شدید ردِ عمل پیدا کرتی ہیں اور شفا دینے کی نیک خواہش میں مریض ہاتھ سے گنوایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا پوٹنسی وغیرہ کو مریض کے حسبِ حال کم زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ ہم ہر سکتہ بند مرض" کے متعلق حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ سورا سے تعلق رکھتا ہے یا سفلس اور سائیکوسس سے ("سکتہ بند امراض" صرف غیر ہومیوپیتھک طبوں کے پاسِ خاطر سے لکھ دیا ہے ورنہ ہومیوپیتھی میں "مرض" کے نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ صرف "مریض" اور ان کی "علامات" ہی ہمارے لئے اہمیت رکھتی ہیں۔ مریضوں کی مختلف علامات کی مشابہت کے مدِ نظر غیر ہومیوپیتھک طبوں نے "علامات کے گروپوں" کے نام ... رکھ دیئے ہیں)

دسواں راز

مریض کی کتابِ زندگی

ہر مریض کی کتابِ زندگی میں سورا، سفلس اور سائیکوسس کا بیان درج ہے لہٰذا تمام مریضوں کی ابتدا اور انجام تقریباً ایک طرح کا ہے۔

ہم ایک مریض کی کتابِ زندگی دیکھتے ہیں والد سائیکوسس میں مبتلا تھے لہٰذا سوزاکی زہر نطفہ کے ذریعہ سے بچہ کو ودیعت ہوا۔ بچہ کمزور پیدا ہوا۔ اس لئے نہیں کہ اُسے کمزور پیدا ہونا چاہیئے تھا یا خود بخود ہی ایسا ہو گیا بلکہ بچہ والد کی وراثت کا حقدار ہی تب بنتا ہے کہ والد کے نطفہ سے ہے اور والد کی تمام خوبیوں اور کمزوریوں کا حامل ہے۔ یہ بچہ بچپن کی اُن تمام تکالیف میں سے ہو کر گزرا جن سے ایک سو فیصدی تندرست بچہ مامون و محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے بچپن کی تکالیف میں مبتلا نہیں ہوا کہ "نہ معلوم اسے کیا ہو گیا! یا یہ تکالیف اڑتی ہوئی بیماریاں تھیں جو اسے خود بخود چمٹ گئیں

بلکہ اس کا

بچپن کی تکالیف میں مبتلا ہونا بتاتا ہے کہ یہ بچہ ایک غیر معتدل قوتِ حیات اور جسم لے کر پیدا ہوا تھا۔ ناک متواتر بہتی رہی۔ پیشاب بند ہوتا رہا۔ سانس

کی تکالیف پیدا ہوئیں۔ اسہال آئے۔ غرضیکہ جو تکلیف بھی پیدا ہوئی اس میں سائیکوسس کی علامات نمایاں طور پر نظر آئیں اور جو حادمرض آیا اس نے جانے کا نام تک نہ لیا۔ خدا خدا کر کے بچپن گزرا۔ کمزور اعضاء اور کمزور ہوتے چلے گئے۔ زندگی اور اس کی رنگینیوں کی چاہت زبان کے چٹخارے۔ جنسی تلاطم۔ اس چار دن کی زندگی میں یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے اس سائیکوسس (اور سورا) زدہ بچہ نے جواب تمام نہاد جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ اپنی کمزور قوت حیات اور مضمحل اور ناتواں جسم کو زندگی کے داؤ پر لگا دیا۔ سائیکوسس کی گرفت اور مضبوط ہوتی چلی گئی۔ غیر ہومیوپیتھک علاجوں سے اپنی بوسیدہ زندگی کو سہارا دینے کی کوشش کی جو سہارا تو دیتی رہیں مگر جب تک وہ اُن پر اپنے باپ کی کمائی نچھاور کرتا رہا۔ جب تک تیز ادویات سے ہو سکا پلکچر (PATCH WORK) لگاتی رہیں۔ بالآخر وہ وقت آ پہنچا کہ ادھر غیر ہومیوپیتھک ادویات نے جواب دیا۔ ادھر مریض کی جیب اور صحت نے جواب دے دیا۔ کوئی بچپن ہی میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ کوئی جوانی میں اور کوئی دو چار قدم اور آگے چل کر۔ تقریباً یہی داستان ہر مریض کی ہے۔ کوئی صرف سورا زدہ ہے۔ کوئی سفلس زدہ۔ کوئی سائیکوسس زدہ اور کسی میں ان دو یا تینوں زہروں کا مرکب پایا جاتا ہے۔ اور چوتھی زہر جو ان تینوں سے بڑھ کر طاقتور ہے۔ وہ غیر ہومیوپیتھک ادویات کی زہر ہے جو مریض کو چاروں شانے چت کر دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔

چنانچہ جب ایک ہومیوپیتھ کسی مریض کی کتاب زندگی کا مطالعہ کرتا ہے تو اُسے مندرجہ ذیل عنوانات نظر آتے ہیں۔

باپ کی مرضیاتی ہسٹری:۔	پرانا سوزاک
ماں کی مرضیاتی ہسٹری:۔	اپنے خاوند سے حاصل کردہ سوزاکی زہر کی وجہ سے رحمی اور دیگر اقسام کی تکالیف۔
بچہ کا تولد:۔	نہایت تکلیف کے ساتھ
بچپن کے عوارضات:۔	تمام شدید نوعیت کے جن کو غیر ہومیوپیتھک ادویات سے دبا دیا گیا۔
جوانی:۔	غیر معتدل زندگی۔ مشت زنی۔ لواطت۔ غیر فطری غذائیں۔ تمباکو۔ چائے۔ شراب۔ تمام مزاجی علامات عروج پر جن کو مریض اور معالج دم بدم غیر ہومیوپیتھک ادویات کے ذریعہ سے دبانے رکھنے میں سرگرم۔
جسمانی علامات:۔	بے قاعدہ کوئی علامت سرے سے غائب۔ ادویاتی علامات جسم پر محیط اور مسلط۔
اعضائے جسم:۔	کمزور اور مزاجی مرض اور غیر ہومیوپیتھک ادویات سے ٹھسے ہوئے۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ سرے سے ہی کوئی مدبر مریض کو صحت مند بنانے کے لئے نہیں کی گئی جو مرضیاتی مادہ جسم میں موجود تھا اس پر ہر چہار طرف سے اضافہ ہی اضافہ کیا گیا ہے لہٰذا ہمیں ایک ایسی مہم سر کرنا ہے جس میں مشکلات ہی مشکلات بھری ہوئی ہیں۔ ہمیں مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھ کر علاج جاری کرنا ہے۔

۱۔ جسم کے اعضا کس حد تک سلامت ہیں۔
۲۔ غیر ہومیو پیتھک ادویات کے بد اثرات۔
۳۔ کون کون سی مزاجی علامات غلط علاج کی وجہ سے دب گئی ہیں۔
۴۔ کون کون سے حاد امراض بغیر بحران صحیح کے دبا دیئے گئے ہیں۔
۵۔ مریض کون کون سی بد عادات میں پھنسا ہوا ہے۔
۶۔ کیا مریض پر غیر ہومیو پیتھک علاج بازی کے نقصانات واضح ہو گئے ہیں۔
۷۔ کیا ہومیو پیتھک طریقِ علاج پر قائم رہ سکنے کی صلاحیت مریض میں پیدا کی جا سکتی ہے۔

گیارہواں راز

صحت کی طرف واپسی

کسی کیس کو اچھی طرح سے لینے کے بعد ہمیں پہلا فیصلہ یہ کرنا ہوگا کہ کیا یہ کیس شفاءِ کامل حاصل کر سکتا ہے۔ جس جسم میں مادی عضویاتی تبدیلیاں اس قدر واقع ہو گئی ہوں کہ گہری دوا کے ردِ عمل کا جسم کو توڑ پھوڑ کر رکھ دینے کا خطرہ درپیش ہو وہاں ہمارا طریقِ کار اس طریقِ کار سے بالکل مختلف ہوگا جہاں جسم میں عضویاتی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوئی ہیں یا بہت کم واقع ہوئی ہیں۔ اس اصول کو ہم ذیل کی شکل سے بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

ایک مریض نے مقام "د" سے اپنا مرضیاتی سفر شروع کیا ہے اور اس وقت مقام "ب" تک جا پہنچا ہے۔ اس مریض کا ہومیو پیتھک مزاجی علاج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے واپس مقام "د" پر لایا جائے۔ اب اگر مریض کے جسم کی مادی حالت ابھی تک اتنی مضبوط ہو کہ یہ تمام راستہ بخیر و خوبی واپس طے کر سکے تو مریض انجام کار شفاء کا مالک ہو جائے گا۔ ورنہ مزاجی دوا کا ردِ عمل اُسے راستہ ہی میں دم توڑنے پر مجبور کر دے گا

اس سلسلہ میں ڈاکٹر کینٹ فرماتے ہیں۔

"اُن مریضوں کو ان کی وہ مزاجی دوا مت دو جو انہیں بیس سال پہلے ملنی چاہیئے تھی کیونکہ مریض میں اس قدر زندگی ہی موجود نہیں رہی کہ جو اُسے صحت مند بنا سکے اور وہ تباہ ہو جائیں گے۔ یہ بات کتنی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے لیکن ان کا مزاجی علاج کرنا ان کے قتل کر دینے کے مترادف ہے۔ قوتِ حیات کا ردِ عمل جو مریض کو صحت دلانے کے لئے ضروری ہے، مریض کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اب اگر تم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تو ناقابلِ شفا کیسوں کو شفا بخشنے کی دھن میں جب تم سے بے شمار غلطیاں سرزد ہوں گی تو تمہیں ہومیوپیتھک دواؤں کی خوفناک طاقت کا علم ہو جائے گا۔" اس بارے میں مزید بیان فرماتے ہیں:۔

"جب تم بہت سے ایسے کیس دیکھ چکو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ تم نے بعض کو قتل کر دیا ہے۔ اگر ہماری دوائیں اتنی طاقت ور نہ ہوتیں کہ لوگوں کو مار سکیں تو وہ انہیں شفا کیسے بخش سکتیں۔ جب تم بلند پوٹنسیاں استعمال کر رہے ہوتے ہو تو حقیقتاً تم تیز اُستروں کا استعمال کر رہے ہوتے ہو۔ میں تو اپنے لئے یہ پسند کروں گا کہ ایک ایسے کمرہ میں بند کر دیا جاؤں جس میں ایک درجن حبشی استرے لئے مجھے پھیل رہے ہوں، بہ نسبت اس کے کہ ایک ایسے ناواقف ہومیوپیتھ کے ہتھے چڑھ جاؤں جو بلند پوٹنسیاں استعمال کرتا ہو لیکن ان کے استعمال کرنے کا موقعہ و محل نہ جانتا ہو۔ ہماری مزاجی دوائیں اور ان کی بلند پوٹنسیاں جہاں انتہائی فائدہ پہنچا سکتی ہیں وہاں انتہائی نقصان بھی پہنچا سکتی ہیں۔"

ہمیں اس نادانی سے بچنے کے لئے سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا مریض "قابلِ شفا" ہے اور آئندہ لائحہ عمل اس فیصلہ کے بعد مرتب کرنا چاہیئے۔

بارہواں راز

دوا کب دینی چاہیئے؟

دوا دینے کا واحد اصول جو ہانمن اعظم سے لے کر اب تک تمام سٹینڈرڈ ہومیوپیتھس میں چلا آتا ہے یہ ہے کہ دوا صرف اس وقت دی جائے جب سو فیصدی یقین ہو جائے کہ یہی مطلوبہ دوا ہے اور جب تک یقین نہ ہو جائے مریض کو کوئی دوا مت دیں۔

بادی النظر میں یہ ایک سادہ سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن جب مریض کی علامات انتہائی شدت کا مظاہرہ کر رہی ہوں، مریض چلا چلا کر مکان کو سر پر اٹھائے ہوئے ہو۔ گھر والے افراتفری کے عالم میں کبھی اندر جاتے ہوں اور کبھی باہر آتے ہوں اور ایسے عالم میں ڈاکٹر کو مشاہدہ اور ملاحظہ کی دعوت دی گئی ہو تو کیا معالج اس افراتفری کے عالم میں اپنے دماغ کو سنبھال سکے گا۔ اسے اپنا دماغ بھی سنبھالنا ہے اور مریض کو بھی سنبھالنا ہے۔ ہماری ذمہ داری اور اصول ہمیں حکم دیتا ہے کہ اس وقت تک دوا نہ دی جائے جب تک دوا کے متعلق پورا پورا یقین نہ ہو جائے۔ ہمیں اس اصول کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ خواہ ہمارے غور و خوض اور دوا کی تلاش میں زیادہ وقت کیوں نہ صرف ہو جائے۔

ڈاکٹر کینٹ ڈفتھیریا کے بیان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مریض کے حلق میں جھلی نے مریض کا دم بند کر رکھا ہو اور موت کے تمام آثار مریض کے چہرہ سے ہویدا ہوں اور تمہیں بیسیوں مرتبہ مریض کے پاس آنا اور جانا پڑے لیکن جب تک درست ترین دوا تمہاری سمجھ میں نہ آئے کوئی دوا مریض کو مت دیں۔ مریض مرتا ہے تو مرنے دو لیکن اس اصول کو مت مرنے دو۔ ہو سکتا ہے کہ تم مریض کے آخری لمحات میں بھی اس کی درست بالمثل دوا معلوم کر سکو اور وہ اسے بچا لے۔ لیکن اگر تم نے بلا یقین کامل حاصل کئے کوئی سی دوا دے دی تو وہ اُن علامات کو بے فائدہ بنا دے گی جو درست دوا کو ظاہر کر رہی تھیں یا کرنے والی تھیں اور جب درست دوا کو طلب کرنے والا پیغام ہی ختم کر دیا گیا تو پھر مریض کے بچنے کی کوئی امید نہیں خواہ اُس کیس کو کوئی بڑے سے بڑا ہومیوپیتھک معالج کیوں نہ اپنے ہاتھ میں لے لے جب چہرہ ہی بگاڑ دیا گیا تو کسی شخص کی پہچان کیوں کر کی جا سکتی ہے اور بغیر یقین کامل حاصل کئے دوا دینے والا معالج اس مریض کا قاتل ہے۔

یہ تو ہے شدید حالات میں اس اصول پر عمل پیرا ہونا۔ بہت سے پرانے کیسوں میں ہومیوپیتھک معالج کے پاس کافی وقت درست بالمثل دوا کی تلاش کا ہوتا ہے اور وہ نہایت اطمینان سے مریض کی تمام و کمال مرضیاتی ہسٹری اچھی طرح سے نوٹ کر سکتا ہے اور تسلی کے ساتھ بالمثل دوا تجویز کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر کینٹ نے ایک انقلاب الرحم کا کیس آٹھ دنوں میں مکمل کیا اور اُسے اس کی بالمثل دوا دی۔ مریضہ نے پیسری لگا رکھی تھی جس سے رحم کی علامات کو اچھی طرح سے اظہار کا موقع نہ ملا تھا۔ ڈاکٹر کینٹ نے پیسری اتروائی اور اسے ہر روز اپنے

مطب پر آنے کی ہدایت کی۔ آپ ہر روز اس سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ اس کی علامات کے متعلق گفتگو کرتے تھے اور اس کے مزاج کو بھانپتے رہے۔ بالآخر آٹھویں روز وہ میوزیم پر پہنچے۔ دوا دی گئی جس سے مریضہ کو شفا ہو گئی۔

جب ہانمن ثانی ڈاکٹر کینٹ جیسے فن کار کو ایک کیس کی علامات کو پہچاننے کے لئے آٹھ روز متواتر مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے تو ہمیں ان تمام کیسوں میں جن میں علامات کی ترتیب بکھری ہوئی ہو کتنے عرصہ کے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہے؟

ہمیں ان ہومیو پیتھس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جو مریض سے دو ایک علامات پوچھ کر فوراً دوا تجویز کر دیتے ہیں اور پھر جب دوسری مرتبہ مریض آتا ہے تو دوسری دوا تجویز کر دیتے ہیں اور اس طرح سے مریض کو پریشان اور ہومیو پیتھی کو بدنام کرتے رہتے ہیں۔

بعض ہومیو پیتھک معالجین جن کے پاس مریض ٹوٹے پڑتے ہیں جواب میں یہ سناتے نظر آتے ہیں کہ صاحب مریضوں کا رش ہے لہٰذا اتنا وقت دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر رش ہے تو کیا آپ رش پر اپنے اصول کو قربان کر دیں گے۔ اگر اتنا ہی رش ہے تو دو چار یا زیادہ اسسٹنٹ رکھئے جو باقاعدگی سے مریضوں کی میڈیکل ہسٹری شیٹ مرتب کریں اس طرح سے آپ کا بہت سا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور آپ ہر مریض کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکیں گے۔ اس طرح سے آپ کے زیادہ سے زیادہ مریض شفایاب ہوں گے۔ رش کو سامنے رکھنا اور اصول کو نظر انداز کرنے کا صرف ایک ہی مطلب نکل سکتا ہے۔ کہ آں جناب کا کاروبار صرف "بزنس بیسز" پر چل رہا ہے۔ ہانمن اعظم کے پاس مریضوں کی میڈیکل ہسٹری شیٹوں

کی چھپیس بڑی بڑی فائلیں تھیں جو سب ان کے اپنے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ میڈم ہانمن بھی مریضوں کے کیس لینے میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں اور انہوں نے کبھی کسی مریض کی چھوٹی سے چھوٹی علامت کو سرسری نہیں سمجھا بلکہ ہر چھوٹی بڑی علامت مریض کی کیس شیٹ میں درج کی جاتی تھی۔

یہ جاننا کہ علامات کامل طور پر سامنے آچکی ہیں یا نہیں اور علامات کا پیغام بالمثل دوا کے لئے مکمل ہو چکا ہے یا نہیں ہومیوپیتھک معالج کے کمال علم پر مبنی ہے۔ ایک "ماہر علامات" کا انتظار اور معنی رکھتا ہے اور ایک "جاہل علامات" کا انتظار اور معنی رکھتا ہے۔ ہم اس "انتظار" کو اپنے کمال علم کے ماتحت ہی بامعنی بنا سکتے ہیں۔

تیرہواں راز

دوا کی دوہرائی اور نئی تجویز

چونکہ تمام ہومیوپیتھس ہر وقت "علامات ہی علامات" پوچھتے رہتے ہیں اس لئے بعض دماغوں میں یہ غلط خیال جاگزیں ہو گیا ہے کہ ہومیوپیتھس "علامات کا شکار" کرتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ اب تک بیان کیا جا چکا ہے اس سے حقیقت حال کا اس امر سے بالکل برعکس ہونا ظاہر ہے۔ ہومیوپیتھ اس لئے علامات کی تلاش نہیں کرتا کہ ان علامات کو کسی نہ کسی صورت ضائع کر دے یا دبا دے۔ علامات مرض کو دور کرنا قوت حیات کا کام ہے اور وہ جس طرح سے مناسب سمجھتی ہے جسم میں مناسب ردوبدل کرتی ہے۔ ہومیوپیتھ کا علامات کے ساتھ فقط اتنا تعلق ہے کہ وہ ان علامات کے پیغام کے ذریعہ سے اُس بالمثل دوا کو تلاش کرتا ہے جس کی مریض کو ضرورت ہے بالمثل دوا کے تلاش کرنے اور مریض کو کھلا دینے کے بعد ہومیوپیتھ دوبارہ اُن "علاماتی پیغامات" پر کان دھر دیتا ہے جو بالمثل دوا کے ردِ عمل کے طور پر پیدا ہوتے ہیں اور اُن علاماتی پیغامات کی روشنی میں کیس کی ترقی یا خرابی کا اندازہ کرتا ہے۔ قوت حیات، جسم اور ادویات کے ایک دوسرے پر عمل اور ردِ عمل کا ایک وسیع مطالعہ اور مشاہدہ ہر وقت ہومیوپیتھ کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے

اگر ہم یہ کہہ دیں کہ انسانی فطرت کا سب سے بڑا عالم صرف ایک ہومیو پیتھ ہی ہو سکتا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ علامات کا براہِ راست شکار غیر ہومیو پیتھک طبوں کے حصہ میں آیا ہے۔

بالمثل دوا کے دینے کے بعد جسمِ انسانی میں ایک ہیجان اور تلاطم برپا ہو جاتا ہے اور علامات جلد جلد بدلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ قوتِ حیات از سرِ نو تمام جسم پر اختیار برتنے کے لئے سرگرم عمل ہو جاتی ہے۔ بعض علامات نئی پیدا ہوتی ہیں۔ بعض پرانی مفقود ہونے لگتی ہیں۔ اعضائے جسم کو اپنے بھولے بسرے وظائف پھر یاد آنے لگتے ہیں مادی کثافتیں جو قوتِ حیات کے معطل ہو جانے کی وجہ سے مختلف جگہات پر اکٹھی ہوتی گئی تھیں رفتہ رفتہ جسم سے باہر آنے لگتی ہیں۔ ایسی حالت میں ہومیو پیتھ کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ جسم کی اجتماعی صورت میں کارکردگی کو غور سے ملاحظہ کرے۔ یہ بغور مشاہدہ ہی اُسے بتائے گا کہ کب بالمثل دوا کی دوسری خوراک دوہرانی ہے۔ کب پہلی خوراک کا ردِ عمل باطل کرنا ہے۔ کب نئی دوا تجویز کرنی ہے اور یہ مقام ایک ہومیو پیتھ کی قابلیت کا سب سے بڑا امتحان ہے۔ اسی مقام پر مریض کی زندگی اور موت کا کانٹا بدلتا ہے مریض کے جسم کی گاڑی کی ڈرائیونگ ہومیو پیتھ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ہوشیار اور عقلمند ہومیو پیتھ مریض کی گاڑی کو اس مقام سے سلامتی سے گزار کر لے جا سکتا ہے لیکن ایک نادان ہومیو پیتھ کے ہاتھوں مریض کو انتہائی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اس مقام پر سب سے بڑا اصول جو کسی صورت ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے یہ ہے کہ جب تک آپ کا علامات کا مشاہدہ آپ کو کسی نتیجہ پر یقینی طور پر نہ پہنچا دے نہ تو پہلی دوا کو دوہرائیں اور نہ ہی دوسری دوا بدلیں۔

جب تک علامات کی تصویر چکر لگا رہی ہے اُسے مت چھیڑیں۔

جب علامات کی تصویر ایک جگہ پر آکر کھڑی ہو جائے اور علامات پھر بھی پہلی دوا کو طلب کر رہی ہوں تو پہلی دوا کی ایک خوراک دوہرائیں۔

جب علامات کی تصویر ایک جگہ پر رُک جائے اور پہلی دوا کی علامات نظر نہ آئیں تو پھر دوسری دوا کی تلاش کریں جو کہ بالعموم پہلی دوا کی مددگار ہوگی۔

اگر پہلی دوا کے دینے کے بعد علامات غلط راستہ اختیار کر لیں تو دوا کے اثر کو باطل کر دیں۔

چنانچہ ہماری دوسری تجویز دوا یا تو پہلی تجویز کردہ دوا کی دوسری خوراک ہوگی یا پہلی دوا کی مددگار دوا ہوگی یا پہلی دوا کی فاذز ہر یعنی اُس کے اثر کو باطل کرنے والی دوا ہوگی اسی طرح سے ہم علامات کی رہنمائی میں آگے بڑھیں گے۔

چودھواں راز

علاج کب تک ہونا چاہیئے

اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ جب تک شفا کاملہ حاصل نہیں ہوتی مریض کو بالمثل دوا کے زیر اثر رہنے کی ضرورت ہے۔ دیرپا اور مستحکم ہومیوپیتھک علاج ہی میں پائی جاتی ہے کہ ہم واحد بالمثل دوا کی متعدد بتدریج بلند ہوتی ہوئی پوٹنسیوں کے ذریعہ سے مریض کی حالت کو اُس وقت تک سنبھال سکتے ہیں جب تک کہ وہ شفائے کامل حاصل کر لیتا ہے۔ دیگر طبوں میں مریض کی جسمانی حالت مادی دوا کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے۔ جب کچھ عرصہ کے بعد اُس دوا کا اثر کم ہونے لگتا ہے تو اس دوا کی مقدارِ خوراک یا دوہرائی زیادہ کر دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جسم اُس دوا کے "مادی اثرات" کے باوجود اُسی دوا کے بد اثرات کے نتیجہ کے طور پر ٹوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ اب اس مادی دوا کی دوہرائی یا مقدار، دوا کی زیادتی "خطرناک" معلوم ہوتی ہے اور پھر دواؤں پر دوائیں بدلتی چلی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر اپنے زعم میں مریض کی انتہائی خدمت سرانجام دے رہا ہوتا ہے بقولے ؎ اُس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا۔

جس مریض نے ایک مرتبہ "مادی دوا" کو دعوت دے دی وہ اُس کے لئے پیرِ تسمہ پا بن کر رہ گئی۔ اس تمام تیز تگ و دو کا انجام "تیز موت" کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

ہانمن اعظم پرانے مریضوں سے کم از کم دو سال کی مدت علاج کے لئے طلب کرتے تھے اور جو اس مدت کا پابند نہ ہوتا اُس کے علاج سے انکار کر دیتے تھے۔

ڈاکٹر کینٹ کے کیسوں میں چار یا پانچ سال کی مدت تک نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ علاج کرنے کا مطلب سر سے پاؤں تک مریض کے تمام جسم کو بدلنا ہے اور یہ دو چار دنوں میں کیسے ہو سکتا ہے۔ حاد کیسوں میں اگر آپ مریض کو کسی صورت اتنے دنوں زندہ رکھ سکیں کہ حاد مرض اپنا کورس پورا کرلے تو مریض بچ جائے گا۔ اکثر اوقات مریض حاد امراض میں صرف ضروری احتیاط اور باقاعدہ پرہیز سے ہی تیز بیماری کا وقت پورا کر لیتا ہے۔ بعض لوگ، بچوں میں خسرہ اور ٹائیفائیڈ کا علاج مناسب نہ سمجھتے ہوئے صرف غذائی پرہیز کر لیتے ہیں اور حاد مرض اپنا کورس پورا کرنے کے بعد رخصت ہو جاتا ہے۔ یقیناً یہ طریقہ غیر ہومیوپیتھک ادویات سے کیس کو پیچیدہ بنا لینے سے بہتر ہے۔ ہومیوپیتھک علاج جہاں حاد امراض کو جلد ختم کرتا ہے۔ وہاں ردِ عمل کی تیزی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مریض کی بہت سی پرانی مرضیاتی کیفیت کو بھی دُور کر دیتا ہے لیکن پرانے کیسوں کا معاملہ جُدا ہے۔ پرانے امراض زندگی بھر کے مستقل امراض ہیں جو بغیر مریض کو ہلاک کئے ختم ہو ہی نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں اگر مریض دو سال یا اس سے کم و بیش

عرصہ کے اندر شفاء کاملہ حاصل کر سکے تو یہ اُس کی انتہائی خوش قسمتی کا مقام ہے۔
جب تک پبلک کے ذہنوں کو ہومیو پیتھی کی سطح پر نہ لایا جائے گا پرانے کیسوں کا علاج ہر ہومیو پیتھ کے لئے دردِ سر بنا رہے گا۔ جب تک مریض مرض اور صحت کی پوری اسکیم کو نہیں سمجھ لیتا وہ زیادہ عرصہ تک ہومیو پیتھک علاج کے ماتحت نہیں رہ سکتا۔ نتیجۃً ہومیو پیتھک معالج اور ہومیو پیتھی دونوں بدنام ہوتے ہیں۔

پندرہواں راز

ناقابلِ شفا مریض

ناقابلِ شفا مریض وہ ہے جس کے جسم کے اعضاء اس قدر بوسیدہ ہو چکے ہوں کہ اس ردِ عمل کو قائم رکھنے کے ناقابل ہوں جو صحت کی طرف واپس لانے کے لئے ضروری ہے۔ ایسے مریض کا بس اللہ ہی حافظ ہے اور ایسے مریض کے لئے ہومیو پیتھی کے پاس صرف وقتی خدمت مدارت ہی ہے۔ شدید اور پُر درد علامات کو ادویات سے کم کرتے رہنا ہی مطمحِ نظر ہوتا ہے۔ ناقابلِ شفا کیس غیر ہومیو پیتھک ادویات کے ماتحت بہت زیادہ دُکھ اور تکلیف اٹھاتے ہیں اور مریض اور گھر والوں کی یہ آخری خواہش ہوتی ہے کہ کم از کم مریض کو دم توڑنے تک سکون اور چین رہے۔ یہ خدمت ہومیو پیتھی بطرزِ احسن سرانجام دیتی ہے۔

کینٹ فرماتے ہیں کہ اگر مریض گہری مزاجی بالمثل دوا کے ردِ عمل کو برداشت کرنے کے ناقابل ہو تو اُسے گہری بالمثل دوا کے برداشت کر سکنے کے "قابل" بنائیں۔ اس "قابل" بنانے میں یقیناً مریض کی غذائی اور بیرونی دیکھ بھال شامل ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسی ادویات کا استعمال کرانا بھی ہے جو بہت گہری نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں بایو کیمک ادویات تمام گہری ادویات کی متبادل سطحی ادویات ڈاکٹر

ٹوئیس کو ہنی کا علاج بالما اور نیچرل طریق علاج کی غذائی اور دیگر ہدایات پیش کی جاسکتی ہیں۔

ڈاکٹر کینٹ فرماتے ہیں کہ کسی کیس میں بھی ناامید ہوکر علاج نہ کرنا چاہیئے کیونکہ صحت کاملہ بخشنا اور نہ بخشنا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہماری ڈیوٹی صرف محنت اور کوشش کرتے رہنا ہے اور نتیجہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ہومیوپیتھی کا تصورِ کامل

اب تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ خیالات مجتمع ہوکر آخری صورت اختیار کرسکیں۔

اس مضمون میں دو الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا "ارادۂ تکوینی" اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا "ارادۂ تکلیفی"۔ ارادۂ تکوینی۔ کا مطلب یہ ہے کہ جو جو چیز اس ارادہ کے ماتحت پیدا کی گئی وہ غیر متبدل ہے جیسے کہ کسی نے کہا ہے۔

پتہ بھی نہیں ہلتا بغیر اُس کی رضا کے

اور ارادۂ تکلیفی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی پیدا کردہ مخلوق یہ اور یہ کام کرے اور ان کے خلاف نہ جائے لیکن اپنی مخلوق کو کرنے اور نہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ "ارادۂ تکلیفی" تمام کائنات میں صرف اکیلے انسان کے لئے مخصوص کر دیا لہٰذا اسی بنا پر انسان اشرف المخلوقات ٹھہرا۔ انسان کے علاوہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا وہ ارادۂ تکوینی کے ماتحت خلق فرمایا لہٰذا دیگر تمام کائنات اس کے مقرر کردہ قوانین کی سرتابی کرنے سے خلقی طور پر مجبور و معذور ہے۔ لیکن انسان صاحبِ اختیار ہے اور کسی فعل کے کرنے اور نہ کرنے میں مختار ہے۔ اب آپ مضمون ملاحظہ فرمائیے۔

ایک چینی فلاسفر کا قول ہے کہ سطحِ کاغذ پر بنی ہوئی ایک تصویر ہزاروں صفحات کے بیانات سے زیادہ وزنی ہوتی ہے۔ بے شک ایک تصویر ہزاروں صفحات پر بھاری ہے لیکن ایک ایسی شے کی تصویر کیسے بنائی جا سکتی ہے جو عالمِ تصور سے باہر آنے کا نام تک نہ لے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق تصور ہی کچھ رہنمائی کر سکتا ہے۔ لیکن یہ تصور صاحبِ تصور کے کمال یا نقص سے متاثر ہوگا اور پھر یہ سب سے بڑی خامی بجنسہٖ قائم رہے گی کہ تصور تصور ہی ہوگا، حقیقت نہیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں تصور اور ہوگا اور ہم ایسے خاطی انسانوں کا تصور اور۔ انبیاء علیہم السلام کا تصور کامل ہوگا اور ہمارا تصور ناقص۔

خالقِ اکبر کا تصور تو بہت دور کی چیز ہے۔ ہم اس کی تخلیقات کا تصور بھی کامل طور پر نہیں کر سکتے۔ ہومیوپیتھی جس کا تصور باندھنا ہماری قسمت میں مقدر ہو چکا ہے ایک ایسی شے ہے جس کے سمجھنے کے لئے الہام کی ضرورت ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہومیوپیتھی اپنی ڈیڑھ سو سالہ زندگی میں ہانمن اعظم سے چل کر عظیم کینٹ تک پہنچی ہے۔ میرا مقصد اس تصور سے ہے جو ہومیوپیتھی کے متعلق ہانمن اعظم نے قائم کیا اور عظیم کینٹ نے جسے انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔

چونکہ بغیر تصورِ کامل کے تمام اعمال ناقص اور فضول ہو جاتے ہیں لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پوری توجہ اس امر پر مبذول کر دیں جس سے ہمارے اعمال درست ترین نتائج کے حامل ہو سکیں۔

پہلا تصور: خالقِ کائنات نے کائنات کو ارادۂ تکوینی کے ماتحت پیدا کیا

اور ہر چیز کو اپنے ارادہ کا پابند کر دیا چنانچہ جو چیز ارادۂ تکوینی کے ماتحت پیدا کی گئی وہ اُس کے مقرر کردہ احکام کی اس طرح سے پابند بنا دی گئی کہ مقررشدہ راستہ سے سرِمُو انحراف کا امکان باقی نہ رہا۔ چنانچہ زمین سورج چاند ستارے اور اُن میں جملہ تخلیق کردہ اشیاء اُن قوانین کی سو فیصدی پابند ہو گئیں جو ان کے لئے پیدا کرتے وقت مقرر کر دیئے گئے۔ ان قوانین کو سائنسدان (NATURAL LAWS) کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان قوانین کی سچائی پر انہیں سو فیصدی اعتماد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف سائنسیں پورے انہماک اور تسلّی کے ساتھ ان قوانین کو معلوم کرتی ہیں اور اُن سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اگر ان بندھے بندھائے قوانین میں استواری نہ ہوتی تو کوئی سائنس اپنی تحقیق کا کوئی راستہ معین نہ کر سکتی۔

اب انسان کو (جو اس مادی جسم کے اندر بستا ہے) ارادۂ تکلیفی کے ماتحت پیدا کیا یعنی اسے اختیار بھی عطا کیا جو دیگر کائنات کو نہیں دیا گیا یا بہ الفاظِ دیگر تمام کائنات پر انسان کو اختیار عطا کر دیا گیا۔ چنانچہ انسان اپنے اختیار سے کائنات کی تمام چیزوں کو اپنی مرضی سے اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔

یہ اہم ترین نکتہ ہے اور ہومیوپیتھی کے تصور کے لئے سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حقیقتِ حال کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل چیزیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ کائنات کی کوئی چیز اپنی مرضی سے مقررشدہ راستہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتی۔

۲۔ انسان کا مادی جسم کائنات کی دیگر مادی اشیاء کی مانند ہے اور فطری طور پر انہیں قوانین کا پابند ہے جو ارادۂ تکوینی کے ماتحت لاگو کئے گئے۔

۳۔ انسان (جو اپنے مادی جسم میں بستا ہے) کو تمام کائنات نیز اپنے مادی جسم پر بھی اختیار اور تصرف حاصل ہوا۔

۴۔ کائنات نیز انسان کے مادی جسم کو فطرت کے مقرر کردہ قوانین سے رُو گرداں کرنا تباہی و ہلاکت ہے۔

۵۔ اگر انسان ارادۂ تکلیفی کے ماتحت عطا کردہ اختیارات سے جائز کام لیتا رہے گا اور قوانینِ فطرت کو ملحوظ رکھے گا تو کائنات اور اس کے مادی جسم کا نظام درست اور صحت کی حالت میں قائم رہے گا لیکن اگر انسان اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرے گا تو یقیناً قوانینِ فطرت کو توڑے گا اور قوانینِ فطرت اور انسان میں ایک ایسی جنگ شروع ہو جائے گی جو بالآخر انسان کی اپنی ہلاکت پر ہی ختم ہوگی۔

دوسرا تصوّر:۔ تمام کائنات کو ایک روح عطا کی گئی ہے جسے ہم روحِ کائنات کے نام سے یاد کر سکتے ہیں۔ یہ روح مادہ میں زندگی کا رنگ بھرتی ہے۔ پھل۔ پھول۔ پودے۔ درخت۔ جانور۔ ہیرے۔ جواہرات۔ پتھر۔ مٹی۔ پانی ہوا۔ غرضیکہ ہر چیز میں موجود ہے اور مقرر کردہ قوانینِ فطرت کے ماتحت مادہ کو مختلف شکلوں میں ڈھالتی ہے۔ انسانی جسم میں بھی وہی روحِ کائنات کارفرما ہے اور جسم کے مختلف اعضاء کو ایک ایسے نظام میں ڈھالتی ہے کہ وہ تمام ہم آہنگی سے کام کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر انسان صرف روحِ کائنات کا حامل ہوتا تو کبھی بیمار نہ ہو سکتا۔ اور اب بھی اگر انسان روحِ کائنات کو اپنی مرضی سے جسم میں کام کرنے دے تو جسم کی تمام بیماریاں دُور ہو جائیں اور

قوانینِ فطرت جسم کو فطری حالت میں رکھیں لیکن جیسے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو اختیار بھی دیا گیا اور جسم و روحِ کائنات کو روحِ انسانی کی دست بُرد کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

تیسرا تصوّر:۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر روحِ انسانی اختیارات کی حامل ہونے کی وجہ سے قوانینِ فطرت کو پس انداز کر سکنے کی طاقت رکھتی ہے تو یہ روحِ انسانی انسان کو دی ہی کیوں گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے کائنات کو انسان کے لئے خلق کیا اور انسان کو اپنے لئے خلق کیا۔ اگر انسان بھی ارادۂ تکوینی کے ماتحت ہر ایک کام قوانینِ فطرت کے مطابق کرنے پر مجبور ہوتا تو عبادتِ خدا اور اطاعتِ خدا کا لطف ہی کیا رہ جاتا۔ کسی کو ہپناٹائز کر کے بس میں کر لینا اور چیز ہے اور کسی کا از خود کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا اور معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ محبت کے معاملہ میں انسان کو آزاد رکھا گیا۔ فرشتے خدا کی عبادت پر مجبور ہیں اور اس کے علاوہ انہیں کچھ اور سوجھتا ہی نہیں لیکن انسان خدا کی عبادت صرف اس وقت اختیار کرتا ہے جب اُس کے اندر محبتِ خداوندی موجزن ہوتی ہے اور اس اختیاری حیثیت میں انسان کی عبادت کی منزلت تمام کائنات پر فوقیت حاصل کر لیتی ہے۔

چوتھا تصوّر:۔ اس اختیار کے ساتھ ساتھ انسان اس چند روزہ زندگی میں مبتلائے امتحان ہے اور امتحان اسی اختیار کے متعلق ہے۔ وسوساتِ شیطانی ہر پہلو سے انسان کو ہلاکت میں مبتلا کرنے پر تُلے ہوئے ہیں اور جن جن پہلوؤں سے انسان کو زک پہنچائی جا سکتی ہے۔ یہ وسوسات انسان

کو تباہ کرنے پر مستعد ہیں۔

پانچواں تصور: اب ہم زیادہ محسوس صورتِ حال کا بیان کرتے ہیں۔ ناظرین بغور ملاحظہ فرماویں۔ یہ اہم ترین (TURNING POINT) ہے جہاں ہم "انسان" کا لفظ بولیں گے اُس سے مراد اختیاراتِ مخصوصہ کا حامل غیر مادی انسان ہوگا اور جہاں ہم اس مکان کا ذکر کریں گے جس میں روحِ انسانی بستی ہے اُسے ہم "جسم" کے لفظ سے یاد کریں گے۔

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جسم فطری قوانین کا پابند بنایا گیا ہے اور اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ فطری قوانین کے مطابق نشوونما پائے لیکن باختیار انسان جو اس جسم میں آکر متمکن ہوا ہے اپنی خواہشات کی اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ یہ مادی جسم اس کا متحمل نہیں ہو سکتا جسم کی ضروریات میں بھوک کھُل کر لگنے پر دو روٹی، پیاس لگنے پر تازہ پانی۔ تھک جانے پر آرام و سکون۔ پاخانہ کی حاجت ہونے پر فوراً پاخانہ پھر لینا۔ پیشاب کی حاجت پر فوراً پیشاب کر لینا سردی گرمی سے حفاظت کرنے کے لئے ضرورت کے مطابق ہلکا یا گرم لباس پہن لینا ہیں۔ لیکن انسان جو اس مکان میں آکر بستا ہے اس کی خواہشات کی تکمیل کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ اگر قوتِ ذائقہ سے حظ اٹھانے کے درپے ہوا تو مرچ مصالحے۔ اچار چٹنیاں۔ مربّے۔ مٹھائیاں انواع و اقسام کے چٹ پٹے کھانے اور نہ معلوم کیا کیا چیزیں کھا ڈالیں۔ یہ چیزیں صرف انسان کو وقتی طور پر جب تک اُسے زبان کے ذریعے سے مزہ آتا رہتا ہے۔ لطف اندوز کرتی ہیں لیکن معدہ اور جسم کے دیگر اعضاء اس غیر فطری ٹھونس ٹھانس سے الامان پکارنے لگتے

ہیں۔ جب انسان اعصاب کے ذریعے سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے تو شراب کی تلخی۔ تمباکو کی تیزی۔ افیون۔ بھنگ۔ چرس۔ کوکین۔ چائے اور اسی طرح کی ہزاروں غیر فطری چیزیں استعمال کرتا ہے۔ انسان کی خواہشات کی تکمیل تو ضرور ہوتی ہے لیکن جسم کی حالت دن بدن غیر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان بقائے نسلِ انسانی کی آڑ لے کر دنیا بھر کی مسک ادویات سے غیر فطری تیزی پیدا کرتا ہے۔ آنکھوں سے لطف اندوز ہونا چاہا تو لاہور کے تمام سینما ہاؤس دیکھ ڈالے۔ غرضیکہ وہ کونسا عضوِ جسم ہے جو اپنے اندر بسیرا کرنے والے انسان کی بالا دستیوں سے نالاں اور پریشاں حال نہیں ہے۔ کیا ان تمام باتوں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ؎

پیمانہ بہ اندازِ خمار نہیں ہے

یقیناً یہی بات ہے اور اللہ تعالیٰ نے دیدہ دانستہ انسان کو ایک ایسا ٹوٹ پھوٹ جانے والا گھر عطا فرمایا ہے تاکہ اس میں احتیاط کی صفت پیدا ہو اور اس کے اندر ایک ایسا جسم حاصل کرنے کی تمنا پیدا ہو جائے جو اس کی خواہشات کی تکمیل کرتا ہو اور یقیناً انسان کو ایک ایسا جسم عنایت فرمایا جائے گا جو اس کی خواہشات کا کفیل ہو سکے گا اور اس وقت پیمانہ بہ اندازۂ خمار ہوگا لیکن ایک ایسے مکان کے عنایت کئے جانے سے قبل انسان کو ایک کمزور مکان میں رہ کر امتحان دینا ہوگا۔ کمزور اس لئے کہ انسان صفتِ عدل سے متصف ہو جائے گا۔ پہلے اپنے جسم کے ساتھ انصاف کرنا سیکھے پھر تمام دنیا میں عدل ہی عدل پھیلا دے۔ اور ایک کمزور جسم ہر وقت انسان کو اس کی منزل کی طرف اشارہ کر کے بتلاتا رہے۔ پیمانہ اور خمار کا عدم توازن ہی زندگی کا پرچۂ امتحان ہے۔ اسی سے انسان نے کمزوروں اور زیر دستوں پر رحم کرنا اور

عدل جاری کرنے کی تحریک حاصل کرتی ہے۔

چھٹا تصوّر:۔ تمام جسمِ انسانی کے افعال اور نشوونما پر نظامِ اعصاب — (NERVOUS SYSTEM) حاوی ہے۔ بہ الفاظِ دیگر نظامِ اعصاب تمام جسم کا کنٹرولر ہے۔ نظامِ اعصاب دماغ کے ماتحت ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو تحریک دماغ سے پیدا ہوتی ہے وہ بذریعہ نظامِ اعصاب جسم کے ایک ایک خلیہ کو متاثر کر جاتی ہے۔ اب حضرتِ انسان دماغ میں متمکن ہیں یا کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی کارگاہِ عمل اوّلاً دماغ ہی ہے۔ دماغ ہی تمام جسم کو احکام بھیجتا ہے اور حضرتِ انسان کا اس ریڈیو سٹیشن پر پُورا پُورا قبضہ ہے۔ اب جیسے حضرتِ انسان کی خواہش ہوگی ویسے ہی وہ پیغامات اور احکامات تمام جسم کو نشر کرے گا اور نتیجہ ظاہر ہے کہ جسم کا ایک ایک خلیہ اور عضو انسان کی خواہشات کا مظہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہانمن اعظم دماغی علامات کو اہم ترین قرار دیتے ہیں اور ان دماغی علامات کے ہوتے ہوئے دیگر تمام جسم کی مادی تبدیلیوں کو نظر انداز کر دینے کو حق بجانب سمجھتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ جسم وہی کچھ کر رہا ہوگا جو دماغ سے نشر ہو رہا ہے لہٰذا وہ تبدیلیاں پیدا کرنے والی اوّلین تحریک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ جسمانی تبدیلیاں حضرتِ انسان کی خواہشات کی صدائے بازگشت ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

ساتواں تصوّر:۔ خواہشاتِ انسانی کے ماتحت جس قوّت کا عمل واقع اعضائے جسم پر ہوگا وہ اُسی طرح سے واقع ہوگا جس طرح سے انسان کی خواہشات تھیں۔ اگر خواہشات فطری تھیں تو ایک فطری قوّت کا خوشگوار اثر تمام جسم اور اس کے اعضاء پر قائم ہوگا اور اگر خواہشات غیر فطری تھیں تو چونکہ اعضائے جسم ایک غیر فطری تحریک

میں صحت مندانہ حالت میں نہیں رہ سکتے لہٰذا اُن کے افعال غیر فطری طریق پر سرزد ہوں گے اور نتیجۃً جسم کے اندر ابتری پھیل جائے گی۔ ایسی کیفیت کو میں نے پہلی کتاب میں ایک سائیکل کی مثال سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر سائیکل کے پہیہ کا توازن بگڑ جائے یا بگاڑ دیا جائے تو پہیہ فریم کے ساتھ رگڑ کھانے لگے گا۔ اور بائیسکل کی رفتار کم ہو جائے گی اور فریم رگڑ والی جگہ پر کٹنا شروع ہو جائے گا اگر پہیہ کے توازن کو اب بھی درست نہ کیا جائے تو فریم کٹ جائے گا۔ یعنی مادی تبدیلیاں پیدا ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہ جوڑیا بیلیس، سِل، کینسر، گاؤٹ وغیرہ کو بیماریاں تصوّر کیا جاتا ہے قطعًا غلط ہے۔ اگر آپ بیماری کا لفظ کہنا ہی چاہتے ہیں تو خواہشات کے غلط استعمال کو بیماری کہئے یہ تو فقط نتیجہ ہیں اور شاخیں گننے یا کاٹنے سے جڑ نہیں کٹ سکتی۔

آٹھواں تصوّر:۔ ہانمن اعظم سے لے کر آج تک ہومیوپیتھک فلسفہ میں چار چیزوں کو برابر پُر اہمیت سمجھا گیا ہے۔ پہلی قوّتِ حیات دوسری جسم۔ تیسری مرض اور چوتھی دوا۔ مجرّد ناچیز کے خود یک صرف تین چیزیں اس ٹانک میں حصّہ لیتی ہیں ایک روحِ انسانی یعنی خود حضرتِ انسان بمعہ اپنی خواہشات کے۔ دوسری وہ مادی گھر جس میں حضرتِ انسان بستا ہے یعنی جسم۔ تیسری دوا جو روحِ انسانی کی کجی کو خالقِ کائنات سے حاصل کردہ خصوصی طاقت کے ذریعہ سے سیدھا کر دینے کی اہلیت رکھتی ہے یا اختیارِ روحِ انسانی اپنی جائز و ناجائز خواہشات سے جسم کو غیر فطری اعمال سرانجام دینے پر مجبور کرتی ہے اور چونکہ جسم غیر فطری تحریکات کو مستقل ذخیرہ بنانے کے اہل نہیں ہے لہٰذا اُس کی کارکردگی بگڑ جاتی ہے اور نتیجۃً جسم ناکارہ ہو کر فنا ہونے

لگتا ہے۔ اگر آپ رُوحِ انسانی کی کجی کو مرض کہنا چاہیں تو کہہ لیجئے لیکن یہ یاد رکھیئے کہ مرض کا مفہوم ایک بالکل غلط تصور پیدا کرے گا۔ روحِ انسانی نہ تو کمزور ہو سکتی ہے نہ اس میں بوسیدگی پیدا ہوتی ہے۔ نہ اُسے موت آتی ہے۔ روحِ انسانی جیسے تخلیق کی گئی تھی اُسی صورت میں مرتے دم تک قائم رہتی ہے۔ بقول عظیم کینٹ کے موت تو واقع ہی نہیں ہوتی۔ ایک ایسی غیر مرئی چیز (روحِ انسانی) ایک ایسی چیز سے جدا ہو جاتی ہے (یعنی مادی جسم سے) جو کبھی زندہ تھا ہی نہیں لہٰذا اگر کوئی چیز واقع ہوئی ہے تو وہ صرف روحِ انسانی کی کجی ہے۔ جسم پر جو اس کجی کے اثرات مترتب ہوئے ہیں وہ نتیجہ ہیں اُس کجی کے۔ لہٰذا اس تصور کے ماتحت مرض و علاج کا تمام تصور ہی بدل جاتا ہے۔

نواں تصور:۔ ڈاکٹر کینٹ فرماتے ہیں کہ ہر مفرد دوا میں ایک واحد مریض کی تمام و کمال علامات پائی جاتی ہیں۔ دوا اور مریض کی علامات کی یہ مماثلت اس قدر حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتی ہے کہ بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے کہ یہ مماثلت خود بخود ہی پیدا نہیں ہو گئی بلکہ ایک رحیم خالق نے اپنی مخلوق کے باضابطہ علاج کے لئے یہ مماثلت خود جان بوجھ کر پیدا کی ہے۔ ڈاکٹر کینٹ پکار اٹھتے ہیں کہ کیا اب بھی کوئی چیز تمہیں خدائے واحد کے تسلیم کر لینے سے روک رہی ہے۔ آپ کہتے ہیں "سن لو جو خدائے واحد کو اب بھی تسلیم نہیں کرتا وہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر ہومیوپیتھ نہیں ہو سکتا"۔ چنانچہ ہومیوپیتھ کا کلمہ کوئی دیگر نہیں ہے بلکہ لا الٰہ الا اللہ ہی ہے۔ مگے ہاتھوں یہ عرض کرتا چلوں کہ اس دنیا میں صرف دو ہی علوم علم کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایک دین کا علم دوسرا بدن یعنی طب کا علم۔ دیگر تمام سائنسیں

ہُنر ہیں۔ ایک پٹاخے بنانے اور چھوڑنے والا ہُنر اُس علم کے برابر کبھی نہیں ہو سکتا جس میں "اختیارات" اور "روحِ انسانی" جیسی افضل ترین چیزوں سے بحث کی گئی ہو۔ لیکن حیرت ہے انسان کے دماغی دیوالیہ پن پر کہ پٹاخے بنانے والوں کو سر چڑھایا جاتا ہے اور اعلیٰ ترین مراتبِ انسانی کو نظروں سے گرا دیا جاتا ہے یاد رہے کہ صرف دین اور طب کا علم ہی روحِ انسانی کے بلند ترین مدارج کی نشاندہی کرتے ہیں دیگر سائنسیں ابھی تک روحِ کائنات کی تجلیوں میں ہی الجھی ہوئی ہیں ہانمن اعظم نے خدائے واحد کے سامنے سر نیاز خم کیا اور اپنے علم کی بنیاد کا نقطۂ اوّل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا۔ اس کے تمام پیروکاران اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے تصور کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے مادیت میں پھنسے ہوئے انسانوں کی طعن و تشنیع کا ہدف بنتے چلے آئے۔ ڈاکٹر فرنگٹن جو ۳۸ سال کی عمر میں ہی اس دنیائے فانی کا پرچہ امتحان حل کر کے اپنے مالکِ حقیقی کی طرف جانے لگے تو انہیں ایلوپیتھک علاج پیش کیا گیا۔ آپ نے یہ فرما کر اُسے رَد کر دیا کہ میں زندگی میں کرسچین ہونے کے بعد اب مرتے وقت بھی کرسچین ہی مرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہومیوپیتھی کو خدائی طب سمجھتے تھے اور ایلوپیتھک علاج کرانا اُن کے نزدیک اپنے دین سے پھر جانے کے مترادف تھا۔ عظیم فلاسفر ڈاکٹر کینٹ نے لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر کے اپنا اور ہومیوپیتھی کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے ثابت کر دیا۔ ہانمن اعظم کو خدائی قانون بالمثل اُس وقت بارگاہِ احدیت سے عطا ہوا جب وہ اُس کے سامنے سربسجود ہو گئے اور خاطی انسانوں کے لئے ایک خدائی قانون بھیک مانگ کر لائے کچھ تعجب نہیں اگر مادہ بین اس خدائی

تحفہ یعنی ہومیوپیتھی کو ناک بھوں چڑھا کر دیکھتے ہیں۔ ابھی تو خدائے واحد پر ایمان لانا باقی ہے ہومیوپیتھی کی محبت تو بعد میں پیدا ہوگی۔

دسواں تصوّر:۔ اب میں عملی ہومیوپیتھی کی طرف آتا ہوں۔ ہمارے سامنے تین چیزیں ہیں۔ ایک روحِ انسانی بمعہ اپنے اختیاراتِ خصوصی کے۔ ایک مادی جسم بمعہ فطری قوانین کی حامل روحِ کائنات کے اور تیسری دوا جو روحِ انسانی کی کجی کے بالمثل ہے۔ میں روحِ انسانی جسم اور دوا کو تین مکمل اور کامل (UNITS) یعنی وحدتیں تصوّر کرتا ہوں۔ روحِ انسانی کی اگر بال برابر بھی کجی واقع ہوگئی تو اُس کا اظہار مادی جسم پر ہوگا۔ بہ الفاظِ دیگر روحِ انسانی کی ہر کارگزاری کا خواہ وہ اچھی ہو یا بُری مادی جسم پر ریکارڈ ہوتا چلا جائے گا جس طرح سے آپ اپنے تصوّرات کو کاغذ پر لکھ دیتے ہیں۔ آپ کی تحریر آپ کی شخصیت اور خواہشات کا اظہار کرے گی اور ہم آپ کے عندیہ سے آپ کی تحریر کے ذریعے واقف ہو سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہانمن اعظم کہتے ہیں "ایک انسان کی بیماری کی مکمل واقفیت تمام جسم میں پیدا شدہ علامات سے ہی ہو سکتی ہے"۔ اگر ایسا ہو تو ہمارا کام اور بھی مختصر اور سہل ہو جاتا ہے۔ ہم جسم میں پیدا شدہ جملہ علامات کو روحِ انسانی کی کارروائی کی مکمل دستاویز سمجھیں گے اور ہمارے لئے اب صرف اس دستاویز کو عقل مندی کے ساتھ مطالعہ کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ اگر جسمِ انسانی پر کسی جگہ ایک معمولی سی پھنسی بھی نکلی دیکھیں گے تو اُسے فوراً روحِ انسانی کے نامۂ اعمال میں لکھ لیں گے۔ چنانچہ ہم مندرجہ ذیل نتائج پر پہنچتے ہیں۔

۱۔ مادی جسم کے اندر اور باہر پیدا شدہ تمام علامات روحِ انسانی کا ان مٹ

پیغام ہیں۔

۲۔ ایک جسم کے اندر صرف ایک ہی با اختیار روحِ انسانی ہے لہٰذا ایک جسم کے اندر صرف ایک ہی چیز خرابی کی محرک ہو سکتی ہے۔

۳۔ مادی جسم از خود خراب نہیں ہو سکتا کیوں کہ ارادۂ تخلیقی کے ماتحت پیدا شدہ روحِ کائنات کا حامل ہے۔ یہ سب کارگزاری ارادۂ تخلیقی کے ماتحت پیدا شدہ رُوحِ انسانی کی وجہ سے ہے۔

۴۔ دوائیں بہ حکمِ خدا قانونِ بالمثل کے ماتحت روحِ انسانی کی کجی کو دُور کر سکتی ہیں اور جب رُوحِ انسانی کی کجی دُور ہو جاتی ہے تو جسم کا کاروبار رفتہ رفتہ فطری لائنوں پر چلنا شروع ہو جاتا ہے

گیارھواں تصوّر:۔ آج کی دنیا کا ہر انسان بیمار ہے۔ وہ بیمار ہی پیدا ہوا ہے۔ کیوں کہ اس کے والدین بھی بیمار ہی تھے۔ اس لذّات اور خواہشات سے پُر دنیا میں آنے کے بعد انسان ہر لذّت سے لطف اندوز اور ہر خواہش کی تکمیل میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ ایک سراسر غیر فطری ماحول میں انسان سراسر غیر فطری زندگی بسر کرتا ہے اور اس دیوانگی کی زندگی میں مادی جسم کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں۔ جو کچھ بھی وہ منہ کے ذریعہ سے جسم کے اندر ٹھونستا ہے۔ وہ جسم کی تباہی کے لئے ——— (MECHANICAL CAUSE) یعنی مادی سبب خرابی کا بن جاتا ہے۔ رُوحِ انسانی کی غیر فطری روش نے پہلے ہی سے اعضائے جسم کو معطل کر رکھا ہوتا ہے اور اس پر غیر فطری ٹھونس ٹھانس اضافی ہوتی ہے۔ چنانچہ جسم اُس کباڑیئے کی دکان کی طرح مادی گندگیوں سے ٹھس جاتا ہے جس کی کبھی صفائی نہ کی گئی

ہو اور ہر چیز بے ترتیب پڑی ہو۔ ہومیو پیتھی ایسے شخص کو دوا دینے سے پہلے فطری لائنوں پر زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو شخص اپنی غیر فطری زندگی ایک فطری زندگی میں نہیں بدلتا وہ دوا کے باوجود صحت سے محروم رہتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "انسان اپنی قبر اپنے منہ سے کھودتا ہے"۔ اس حقیقت کو واضح طور پر سمجھ لیں کہ انسان اور ہے اور اُس کا جسم اور ہے۔ انسان اس مادی جسم پر پل پڑا ہے اور جسم کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے پر آمادہ ہے۔ ایک ہومیو پیتھ کو جو رموزِ حیات کا سب سے بڑا عالم ہے مادی جسم کو ایک ایسے بھوکے بھیڑیئے سے چھڑانا ہے جسے عُرفِ عام میں "انسان" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہومیو پیتھ نے انسان کو انسان بنانے کا اہم فریضہ ادا کرنا ہے اور اس سے آپ کو صاف صاف نظر آئے گا کہ مذہب اور ہومیو پیتھی کا راستہ ایک ہی ہے۔ ایک لرزتا اور کانپتا ہوا ہومیو پیتھ یا نانوئے کے پھیر میں آیا ہوا ہومیو پیتھ اس بلند ترین علم کے جاری کرنے میں قطعاً ناکام و نامراد رہے گا۔ انسان کو انسان بنانے کے لئے پتھر کا دل اور لوہے کے پنجے کی ضرورت ہے ورنہ پیسہ بٹورنے کے لئے طب کی وادی کے سیاحوں کی تعداد کسی پیشہ سے کم نہیں لیکن حالت یہ ہے کہ مقصد دُور سے دُور تر ہوتا چلا جا رہا ہے

بارہواں تصور:۔ ایک شخص کی بیماری ایک وحدت ہے۔ یہ مریضانہ کیفیت اپنے خاص رنگ میں سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی ہے۔ جسم کے ہر ہر عضو سے صرف ایک ہی پیغام بلند ہو رہا ہے۔ ایک شخص کے سر کی علامات چھاتی کی علامات، پیٹ کی علامات، اعضاء و جوارح کی علامات الگ الگ دواؤں

کو طلب نہیں کر رہیں بلکہ ایک ہی دوا کو طلب کر رہی ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مریض پیدائش کے وقت سے لے کر مرتے دم تک کلکیریا کارب یا سلفر کو پکارتا چلا جاتا ہے۔ تمام عمر اُس مطلوبہ دوا کے مختلف مدارج طے کرتا ہے اور بالآخر اُسی ایک دوا کا نام جپتا ہوا دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایک بیمار انسان اپنی زندگی کو سنوارنے کے لئے صرف واحد یا بعض اوقات دو یا تین دواؤں کا محتاج ہے۔ اگر اس بیان میں حقیقت ہے تو ایسے ہومیو پیتھس کو اپنے علم کی خبر لینی چاہیئے جو ہر روز ایک نئی دوا بدلتے ہیں یا وہ ہومیو پیتھی سے بے خبر ہیں یا انسان کی صحت واپس لانے کے لئے ویسی محنت نہیں کرنا چاہتے جو اکثر ہر کیس میں ضرورت ہوتی ہے۔

کیا آپ علامات کی زبان جانتے ہیں؟ اگر نہیں تو پہلے سمجھئے۔ ہر علامت پر ایک نئی دوا کا کلہاڑا چلانے سے باز آیئے۔ ایک مریض کی سر سے پاؤں تک کی تمام علامات صرف واحد دوا کو طلب کر رہی ہیں اور جب تک آپ واحد دوا کی تصویر مریض کی جملہ علامات میں نہیں دیکھ لیتے آپ کو کوئی حق نہیں کہ کوئی سی انگلی پچ طریقہ سے تجویز کردہ دوا مریض کے منہ میں ڈال دیں۔

"ہم نے علامات کو قطع نہیں کرنا ہے"، ایک ہزار مرتبہ ان الفاظ کو دہرایئے حتّٰی کہ یہ الفاظ آپ کے دماغ پر نقش ہو جائیں۔ ہم نے علامات کو قطع نہیں کرنا ہے بلکہ اُن علامات کے ذریعہ سے اس واحد پیغام کو پڑھنا ہے جو ہمیں ان علامات کے ذریعہ سے دیا جا رہا ہے۔ عظیم کینٹ کہتے ہیں کہ جب یہ پیغام کسی وجہ سے نامکمل یا مبہم ہو تو ہمیں علامات کو پالنا پڑتا ہے۔ علامات کو پالن

یعنی (DEVELOP) کرتا ہے تاکہ پیغام درست طور پر سمجھ میں آجائے اور وہ پیغام یقیناً ایک ہی دوا کو طلب کر رہا ہوگا۔

تیرھواں تصور: ہومیوپیتھی انسان کی شفا کے لئے ایک باقاعدہ اور منظم اسکیم رکھتی ہے۔ اس باقاعدہ اسکیم کو سمجھے بغیر ادویات کا استعمال بے کار، بے سود اور تضیع اوقات ہے۔ قبض کے لئے نکس وامیکا۔ اور برائی اونیا۔ نزلہ کے لئے ایلیم سیپا اور آرسنک البم۔ قے کے لئے اپی کاک کا استعمال وعلیٰ ہذا القیاس ہومیوپیتھک اسکیم میں بہت ادنیٰ درجہ رکھتا ہے۔ واضح ہو جانا چاہیئے کہ ہومیوپیتھک ادویات جو صرف چند علامات کے گروپ پر اندھا دھند استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اکثر و بیشتر تیز علامات کی کانٹ چھانٹ کر کے کیس کو مشکل کر دیتی ہیں۔ علامات کی تصویر کا چہرہ بگاڑ دیتی ہیں اور ایک فن کار کو یہ تمام قطع کردہ علامات از سر نو اپنی اپنی جگہ پر پیدا کرنے کے لئے کافی محنت اور وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ جب تک علامات کی اچھی طرح سے تشکیل نہیں ہو جاتی کوئی دوا پوری تسلی کے ساتھ نہیں دی جا سکتی۔ پھر تمام جسم کی علامات پر واحد مزاجی دوا دینے سے علامات کی پوری تصویر چکر لگانا شروع کر دیتی ہے اور یہاں پر ہومیوپیتھک اسکیم سے ناواقف معالج غلطیوں پر غلطیاں کرنے کا مرتکب ہوتا چلا جاتا ہے۔ نت نئی علامات کا پیدا ہونا اس کو دوائیں بدلتے چلے جانے پر اکساتا رہتا ہے۔

آخری تصور: اب تک ہومیوپیتھی کا جو تصور آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس مخصوص طریق علاج کو ملک میں جاری

کرنے کے لئے کس قدر دشواریاں درپیش ہیں۔ جب تک ہم خود سختی کے ساتھ اپنے اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور پبلک پر یہ نئی اسکیم واضح نہیں کرتے ہم کوئی ایسا کام کر کے نہیں دکھا سکتے جس سے ہم دیگر طبوں پر اپنی افضلیت کا عملی ثبوت پیش کر سکیں۔ ایک سچا ہومیوپیتھک فن کار بننے کے لئے آپ کو تندہی کے ساتھ اس راستہ پر گامزن ہو جانا چاہیئے جو ہانمن اعظم نے تیار کیا اور عظیم کینٹ نے سنوارا ہومیوپیتھک لٹریچر کا ایک بہت بڑا انبار دو طے قسم کے ہومیوپیتھس کے ہاتھوں لکھا ہوا ہے یا ایسے ہومیوپیتھس کا جنہوں نے سوفیصدی ہانمن اعظم کے نظریات کو قبول نہیں کیا۔ اُن سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے جو لٹریچر آپ کو (VIA) ایلوپیتھی لے چلے اُسے دُور پھینک دیں۔ خالص ہومیوپیتھی کا اعلیٰ ترین تصور آپ کو صرف ہانمن اعظم اور عظیم کینٹ کی کتابوں میں ملے گا۔

آخر میں میں ہومیوپیتھی کے تصور کے متعلق عظیم کینٹ کے الفاظ سناتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

"ہومیوپیتھی کیا ہے؟ کوئی شخص نہیں جانتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہومیوپیتھی کے رموز و غوامض انسان کے ادراک سے بہت دُور ہیں اس عظیم علم کے متعلق ہم جو کچھ جان سکتے ہیں وہ یہی کچھ ہے کہ ادویات کی علامات کو معلوم کر لیں اور مریض کی علامات لکھ لیں۔ دونوں کی مشابہت تلاش کریں اور باشل دوا مریض کو کھلا کر نتائج کا انتظار کرنے بیٹھ جائیں۔"

یہ سچ ہے کہ ہومیوپیتھی کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن یہ حقیقت بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے کہ ہومیوپیتھی کو جاننے اور

کرنے سے متعلق جو ڈیوٹی اُس نے ہماری لگا رکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نہیں کرے گا۔ وہ تو بہر صورت ہمیں ہی ادا کرنی ہوگی۔

اس نالِ جویں کو حلق سے نیچے اتارنے کے لئے ایک شعر عرض ہے۔

اے پیاری ہومیو پیتھی!

جب تصوّر بن گیا تصویر کی حاجت نہیں
تیرے قیدی کو کسی زنجیر کی حاجت نہیں

مختلف طریقہ ہائے علاج پر بحث

اب ہم مختلف رائج الوقت طریقہ ہائے علاج پر ایک کھلی بحث پیش کرتے ہیں۔ اس بحث کے دو مقاصد ہیں۔ اوّلاً اب تک جو کچھ پیش کیا جا چکا ہے اس کا دیگر طریقوں سے مقابلہ اور ثانیاً دیگر طریقہ ہائے علاج کے معالجین کو دعوتِ فکر دینا۔ ہر شخص اپنے دعوے کے ثبوت اور سچائی میں بے شمار دلائل پیش کر سکتا ہے لیکن صرف دلائل سچائی کا کوئی ثبوت نہیں ہیں، تاوقتیکہ انسانی عقل اور ضمیر ان دلائل پر مکمل طور پر مطمئن نہ ہو جائے اور نتائج دعوے کی تصدیق نہ کرتے ہوں۔ ہم اس بحث کو مندرجہ ذیل لائنوں پر استوار کریں گے۔

۱۔ کسی طریقہ علاج کے بنیادی اصول کیا ہیں۔

۲۔ کیا یہ اصول صرف فرض کر لئے گئے ہیں یا کسی اصولِ فطرت سے ہم آہنگ بھی ہیں۔

۳۔ مرض کی تشخیص کے ذرائع کیا ہیں؟

۴۔ کیا یہ تشخیص مرض کے ذرائع ہر بیمار انسان کی فرداً فرداً کیفیت اور نوعیت پر حاوی ہیں۔

۵۔ دوا کی تجویز کے اصول

۶۔ کیا تجویز دوا کے اصول سو فیصدی تسلی بخش ہیں۔

۷۔ کوئی طریقۂ علاج اپنے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔

۸۔ اخذ نتائج۔

اس دنیا میں بہت سے طریقہ ہائے علاج پائے جاتے ہیں لیکن ہم ان میں سے صرف مندرجہ ذیل طریقوں پر بحث کریں گے۔ دیگر چھوٹے موٹے طریقے ان کے ضمن میں ہی آجاتے ہیں۔

۱۔ ہومیوپیتھک طریقۂ علاج۔

۲۔ ڈاکٹر لوئیس کوہنی کا علاج بالما

۳۔ بایوکیمک طریقۂ علاج

۴۔ طبِ یونان

۵۔ انگریزی طب یا ایلوپیتھی۔

ان پانچ طریقہ ہائے علاج میں ڈاکٹر لوئیس کوہنی آف جرمنی کا علاج بالما بغیر دوا کے علاج ہے لیکن چونکہ اسکے اصولوں اور طریقۂ کار سے بہت سی معالجاتی پیچیدگیوں کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے لہٰذا ہم نے اسے بھی بحث میں شامل کرلیا ہے ورنہ ہومیوپیتھی کا مقابلہ دراصل صرف ان طبوں سے ہی کیا جاسکتا ہے جو دواؤں کے ذریعہ سے انسان کو شفا دینے کی دعوے دار ہیں۔

چونکہ سب طبوں کے پیشِ نظر "انسانی زندگی" کی سلامتی ہی ہے اس لئے ہم سب کو "نظریاتی تعصبات" سے بلند ہوکر صورتِ حال پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

تاوقتیکہ کوئی دیگر طب زیادہ بہتر معیارِ شفا پیش نہ کرے ہم ہانمن اعظم کے معیارِ شفا کو اس بحث میں معیاری تصور کریں گے جو یہ ہے۔

۱۔ شفا جلد ہو

۲۔ پورے کا پورا مرض جسم سے نکل جائے

۳۔ شفا مستقل ہو

۴۔ شفا نرم ترین طریقہ سے عمل میں آئے

۵۔ طریقِ شفا دہندگی بالکل بے ضرر ہو اور

۶۔ اصولِ شفا دہندگی آسانی سے سمجھ میں آسکیں

ہم نے ان چھ معیارِ شفا پر "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" میں مفصل بحث کی ہے یہاں اس کا دُہرانا مطلوب نہیں

اب ہم ان پانچ طریقہ ہائے علاج پر فرداً فرداً نظر ڈالتے ہیں۔

ہومیوپیتھک طریقۂ علاج

اس طریقۂ علاج کے متعلق گزشتہ صفحات میں تقریباً ہر پہلو کو روشن کرنے کے لئے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ہم تسلسل بیان کی خاطر مطلوبہ بحث کی حدود پر ہومیوپیتھک علاج کو جانچنے کے لئے صرف اشارات سے کام لیں گے۔

۱۔ ہومیوپیتھک طریقِ علاج کے بنیادی اصول

پہلا اصول:۔ جسمِ انسانی قوتِ حیات کے تابع ہے۔ سب سے پہلے قوتِ حیات ہی بیمار ہوتی ہے جس کا اثر مادی جسم پر پڑتا ہے اور نتیجتہً جسم میں مادی تبدیلیاں پیدا ہونے لگتی ہیں، جنہیں غیر ہومیوپیتھک طبیبیں "مرض" کے نام سے یاد کرتی ہیں لیکن ہومیوپیتھی انہیں "نتائج مرض" کے نام سے یاد کرتی ہے ہومیوپیتھی کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر قوتِ حیات بیمار نہ ہو تو جسم کسی صورت بیمار نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں مادی تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

دوسرا اصول:۔ جملہ انسانی غذائیں، موسموں کی تبدیلی۔ آب و ہوا کی تبدیلی، محنت دماغی و جسمانی، بھیگنا اور دیگر تمام بیرونی حالات و کیفیات جن میں سے انسان گذرتا ہے انسان کے اندر کوئی بیماری پیدا نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر قوتِ حیات بیمار ہو تو یہ "سبب تحریک" ضرور بن جاتے ہیں اور

قوتِ حیات کی بیماری پہلے سے زیادہ تیز ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر جسم میں جلد جلد مادی تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

تیسرا اصول:۔ منشیات کا استعمال، چوٹ لگنا، زہریں، جلنا (آگ یا تیز دھوپ سے) اور اس قبیل کے دیگر وجوہات جسم انسانی پر صدمات اور بیرونی دباؤ کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے جسم قوتِ حیات کی صحت کے باوجود فوراً ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

چوتھا اصول:۔ ہومیوپیتھی قوتِ حیات کی خرابی کو "مرض" اور جسم پر بیرونی دباؤ کو "صدمہ" تصور کرتی ہے ان ہر دو حالتوں میں چونکہ قوتِ حیات ہی جسم کو اپنی اصلی حالت پر واپس لانے کی ذمہ دار ہے لہٰذا "صدمات" کا بیرونی ضروری علاج کرنے کے باوجود قوتِ حیات ہی کو ادویات کے ذریعہ سے اندرونی تحریک پہنچائی جاتی ہے۔ قوتِ حیات کے مرض کا علاج دیرطلب ہے لیکن ایک تندرست قوتِ حیات تندرست جسم پر وارد ہونے والے صدمات کا اثر بہت آسانی سے دور کر سکتی ہے۔

پانچواں اصول:۔ قوتِ حیات کی مزمن بیماریاں تین ہیں۔ سورا، سفلس اور سائیکوسس۔ یہ بیماریاں جب ایک مرتبہ قوتِ حیات کو لاحق ہو جاتی ہیں تو پھر ماسوائے ہومیوپیتھک ادویات کے دیگر کسی صورت سے دور نہیں کی جا سکتیں۔ یہ مزمن بیماریاں تمام عمر انسان کے اندر رہتی ہیں اور بالآخر اس کی ہلاکت کا باعث بنتی ہیں۔ یہ مزمن بیماریاں "اسبابِ تحریک" کی وجہ سے بعض اوقات بہت تیزی اختیار کر لیتی ہیں اور اس وقت انہیں "حاد امراض"

کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حاد امراض کی حالت میں انسان یا تو چند دنوں کے اندر ہی اندر ختم ہو جاتا ہے یا حاد امراض کی تیزی کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور انسان پھر اُسی رفتار سے چلنے لگتا ہے جس سے حاد امراض سے قبل چل رہا ہوتا ہے۔ حاد امراض کی تیزی کی کیفیت اگر انسان اس تیزی کی وجہ سے مر نہ جائے تو بلا علاج بھی از خود کم ہو سکتی ہے۔

چھٹا اصول:۔ قوتِ حیات ایک غیر مادی تحریک ہے جو انسان کے اندر رہتی ہے لہٰذا اُسے کسی مادی تحریک سے نہیں چھیڑا جا سکتا۔ غیر مادی قوتِ حیات کے "غیر مادی مرض" کا علاج صرف دواؤں کے "غیر مادی اثرات" سے ہی کیا جا سکتا ہے لہٰذا ہومیوپیتھک پوٹنسیاں وجود میں آئیں۔

ساتواں اصول:۔ مفرد ادویات کے اثرات کو تندرست انسانوں کو کھلائے بغیر مناسب طریقہ سے معلوم نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ہومیوپیتھی تمام استعمال ہونے والی ادویات کے اثرات کو پہلے تندرست انسانوں کو کھلا کر معلوم کرتی ہے اور ان کا باقاعدہ ریکارڈ اپنے پاس رکھتی ہے۔

آٹھواں اصول:۔ تمام مفرد ادویات کی فرداً فرداً علاماتی تصویریں مریضوں میں ہو بہو پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ہومیوپیتھی "اصولِ بالمثل" کے ماتحت ان بالمثل ادویات سے قوتِ حیات کو تحریک دیتی ہے اور نتیجۃً قوتِ حیات کی اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے اور جسم کے اعضا اپنے فطری وظائف قدرتی طور پر ادا کرنے لگتے ہیں۔

۲۔ ہومیوپیتھک اصولوں کی حقیقت

ہومیوپیتھک اصول جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ہانمن اعظم نے پوری وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب "آرگینن" میں درج کئے ہیں اور یہ سب اصول کائنات کے سب سے بڑے قانونِ فطرت "اصولِ بالمثل" کے گرد گھومتے ہیں۔ ہومیوپیتھی نے اپنے حدود کے اندر "عمل اور ردِ عمل" کے اصولِ فطرت سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ہومیوپیتھی کے اصول مفروضات نہیں بلکہ اصولِ فطرت سے سو فیصدی ہم آہنگ ہیں۔

۳۔ ہومیوپیتھی میں مرض کی تشخیص کے ذرائع

ہومیوپیتھی میں "قوتِ حیات کے مرض" کی تشخیص کا فقط ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے "علاماتِ مرض"۔ ان علاماتِ مرض میں وہ تمام علامات بھی شامل ہیں جو "نتیجہ مرض" کے طور پر جسم انسانی میں نسیجی تبدیلیوں کی شکل میں پیدا ہو گئی ہیں اور جنہیں معالج کی آنکھ دیکھ سکتی ہے یا وہ علامات جو تا حال "احساسات" کی حدود میں ہیں اور اُنہیں صرف مریض ہی محسوس کرتا ہے اور معالج کو بتلا سکتا ہے ہومیوپیتھی تمام احساسی علامات (SUBJECTIVE SYMPTOMS) اور نتیجہ مرض کی علامات جو دیکھی جا سکتی ہیں (OBJECTIVE SYMPTOMS) کو حرف بحرف علاماتِ دوا کی مانند باقاعدہ ریکارڈ کرتی ہے اور دیکھتی ہے کہ مرض کا رُخ کن اعضاء کو تباہ کرنے کی طرف پھرا ہوا ہے۔ تباہ شدہ اعضائے جسم

سے زیادہ اُن علامات کو اہمیت دی جاتی ہے جو اس تباہی سے قبل "احساسات مرض" کے طور پر واقع ہوئی تھیں۔ کیونکہ درحقیقت یہ "احساساتی علامات" قوتِ حیات کے مرض کی درست ترین نوعیت اور کیفیت پیش کرتی ہیں اور چونکہ ادویات کی تجربہ شدہ علامات بھی بیشتر احساساتی علامات ہی ہوتی ہیں لہٰذا بالمثل دوا کی مناسب ترین تجویز انہیں کے ذریعے سے ہو سکتی ہیں۔

۴۔ کیا ہومیوپیتھی کی تشخیص کامل ہے؟

اگر مرض سے مراد جسم انسانی میں ایسی احساساتی یا مادی تبدیلیوں سے ہے جو ایک تندرست انسان میں نہیں پائی جاتی تو یقیناً ہومیوپیتھی کی تشخیص مرض کامل بلکہ اکمل ہے کیونکہ ہومیوپیتھی ہر مریض کی جملہ علامات انفرادی طور پر قلمبند کرتی ہے۔

۵۔ دوا کی تجویز کے اصول

دوا کی تجویز ہمیشہ مریض کی انفرادی علامات کی پابندی میں کی جاتی ہے اور صرف اُس قدر دوا مریض کو دی جاتی ہے جس سے مناسب ردِ عمل پیدا ہو جائے یہاں تک کہ دوا کی دہرائی بھی علامات اور ردِ عمل کی پابندی میں کی جاتی ہے۔

۶۔ کیا تجویزِ دوا کے اصول سو فیصدی تسلی بخش ہیں؟

تجویز دوا میں جس فن کاری اور چابکدستی سے ہومیوپیتھی کام لیتی ہے اور علاج کا جو اہتمام اس طریقہ علاج میں کیا جاتا ہے وہ مندرجہ بالا بیانات سے واضح

ہے۔ ہومیوپیتھی میں کوئی قدم بھی محض اتفاقات پر نہیں اٹھایا جاتا بلکہ تمام معالجاتی اسکیم کو نہایت خوبی کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہے لہٰذا تجویزِ دوا کے اصول سو فیصدی کامل ہیں۔

۷۔ ہومیوپیتھی کی اپنے متعلق رائے

ہومیوپیتھی اپنے اصول "اصولِ بالمثل" کو خدا تعالیٰ کا واحد شفا یابی کا قانون تصور کرتی ہے اور اسے ادویات کے ذریعہ سے بیمار انسان کی نجات کا واحد راستہ سمجھتی ہے۔ اس عقیدہ پر بانیٔ اعظم اور اُس کے تمام پیروان ایمان رکھتے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ڈیڑھ سو سال گذر جانے کے بعد بھی اصول کی وہی ایک کتاب "آرگینن" اور وہی مفرد ادویات۔ جو بانیٔ اعظم نے تندرست انسانوں پر تجربہ کیں تمام ہومیوپیتھس کے زیرِ مطالعہ رہتی ہیں۔ اگر ہومیوپیتھس کے نزدیک یہ درست نہ ہوتیں یا یہ ڈیڑھ صدی کا لمبا عرصہ انہیں ناکارہ یا کسی پہلو سے ناقص پاتا تو یقیناً ہومیوپیتھی اپنے اصولوں میں ترمیم و تنسیخ کرتی نظر آتی۔

ہومیوپیتھی اس امر پر یقین رکھتی ہے کہ اگر اس علاج کو بنی نوع انسان کا واحد علاج نہ بنایا گیا تو غیر ہومیوپیتھک طریقہ ہائے علاج کی غلط کاریوں کی وجہ سے امراض دن بدن پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے جائیں گے اور انسانی صحت کا مسئلہ قیامت تک حل نہ ہو سکے گا۔

۸۔ اخذ نتائج

اس عنوان کے ماتحت جملہ طریقِ علاج کے بیان کے بعد تحریر کیا جائے گا۔

ڈاکٹر ٹومیں کو ہینی کا علاج بالما

نیچر و میتھی قدرتی وسائل سے صحت حاصل کرنے کا نام ہے۔ ہانمن اعظم آرگینن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "جب انسان فطرت کے قریب زندگی بسر کرتا تھا تو صرف گنتی کی چند ادویات کی ضرورت تھی کیونکہ فطری زندگی محدود سے چند امراض کو جنم کے نزدیک پھٹکنے دیتی تھی لیکن جوں جوں تہذیب و تمدن ترقی کرتے گئے نت نئے امراض وارد ہوتے گئے اور ساتھ ہی ساتھ زیادہ سے زیادہ ادویات کی ضرورت بھی بڑھتی چلی گئی" اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ادویات نے "ضرورت" کا ساتھ دیا؟ انسان کی مرضیاتی تاریخ پر نظر ڈالنے سے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے

بلکہ ادویات نے الٹا جلتی پر تیل کا کام کیا اور امراض کو پیچیدہ سے پیچیدہ تر بناتی چلی گئیں۔ ہم بیسویں صدی کے انسان اپنے آباء اجداد کے خلاصے" بن کر رہ گئے ہیں اور یہ سب مہربانی ہے "نام نہاد تہذیب و تمدن" اور "ادویات" کی۔ چنانچہ بعض معاملہ فہم لوگوں نے اس "تہذیب و تمدن اور ادویات" کو صحت انسانی کے اصلی دشمن قرار دیا اور (BACK TO NATURE) "یعنی فطرت کی طرف واپس چلو" کا نعرہ بلند کیا اور صحت کو واپس لانے کے لئے

"فطری اعمال" کی حدود بندی کی ان "معاملہ فہم" لوگوں کو آج کل کے دنیا والے "نیچر و میتھی" اور ان کے طریق صحت آوری کو "نیچر و میتھی" کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی حقیقت پسندی کا ثبوت ہمیں آسانی سے ایک فطری زندگی بسر کرنے والے دہقان اور ایک تہذیب و تمدن میں مبتلا "معزز شہری" کو دیکھنے سے مل جاتا ہے۔

تہذیب و تمدن ایک اچھی چیز ہے بشرطیکہ اُس میں ذہنی اور جسمانی عیاشیوں کا گذر نہ ہو۔ ورنہ تہذیب و تمدن کے الفاظ صرف ایک آڑ کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں انسان اپنی بے راہ روی اور شیطنت کو پالتا رہتا ہے۔ انسان تہذیب و تمدن کا بہترین نمونہ پیش کرنے کے باوجود فطری زندگی بسر کر سکتا ہے اور معیاری فطری صحت کا مالک رہ سکتا ہے۔ "غیر ہومیوپیتھک ادویات" درحقیقت فطری صحت" کی واپسی کے لئے استعمال نہیں کی جاتیں بلکہ "نام نہاد تہذیب و تمدن" پر عمل پیرا ہونے کی "فطری سزا" سے "وقتی سکون" حاصل کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جیسے کوئی اپنے گناہوں کی تلخی کو شراب کے ذریعے سے کم کرنے کی کوشش کرے۔ حالانکہ صرف اکیلا درست راستہ "توبہ" کرنا اور آئندہ کے لئے فطری زندگی بسر کرنا ہی ہے۔

"نیچر و میتھی" تمام قدرتی وسائل صحت کو واپس لانے کے لئے استعمال کرتے ہیں چنانچہ سادہ اور فطری غذائیں، پھل، ورزش، کھلی ہوا اور دھوپ میں رہنا، غسل، فاقہ کشی وغیرہ اُن کی اسکیم میں داخل ہیں۔ تمام غیر فطری غذائیں مثلاً شراب، گوشت، مصالحہ جات، تمباکو، چائے، کثرتِ جماع، کثرت محنت و ماغی، جملہ ادویات اور ایسی ہی دیگر غیر فطری اشیاء اور اعمال سے

پوری پوری پرہیز اور پابندی کی جاتی ہے۔

"نیچروپیتھی" کی تاریخ بحیثیت ایک فن اور علاج کے غالباً ایک صدی سے زیادہ کی ہے لیکن اس کے صحت بخش اصول اور غذاؤں سے کسی کو انکار نہیں ہوسکا۔ یہ ضرور ہے کہ آج کل کی تہذیب و تمدن میں مبتلا انسان ان تمام پابندیوں کو دیکھ کر گھبرا اٹھے گا کہ اس جینے سے تو مرنا بھلا جس میں نہ رنگینی ہے نہ گداز۔ آخر اس چار روزہ زندگی میں یوں جیئے بھی تو کیا جیئے لیکن اس دور کے انسان نے پیدائش سے لے کر جوانی تک "صحت کے نشہ" کو چکھا ہی نہیں ورنہ "تہذیب و تمدن" کے تمام نشوں کو بھول جاتا وہ جو زندگی بسر کرتا ہے درحقیقت جہنم ہے لیکن گندی نالی کے کیڑے کو تو گندی نالی ہی میں جنت نظر آتی ہے۔ نہ غذا ہضم ہوتی ہے نہ گہری نیند کا لطف اٹھاتا ہے۔ نہ کام کاج میں مسرت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی جماع کی طاقت اپنے اندر پاتا ہے۔ شام کو لیٹتا ہے تو صبح کے پاخانہ کا فکر لہٰذا جھٹ سے حکیم صاحب کی "ملین پاخانہ آور" منہ میں رکھ لیتا ہے۔ پیٹ اپھارے سے ڈھول بنا ہوا ہے۔ سر درد سے پھٹا پڑتا ہے۔ خارش رات بھر سونے نہیں دیتی۔ بیوی کو دیکھ کر لرزہ طاری ہونے لگتا ہے اور عشق کی نوبت آجاتی ہے۔ چہرہ پر پھٹکار برستی ہے اور اس پر میاں جی کو شاعری کی سوجھتی ہے اور اس کے تمام افعال دماغ میں سرزد ہوتے ہیں۔ یہ ہیں تہذیب و تمدن حاضرہ کے علم بردار حضرت انسان!

ڈاکٹر لوئیس کوہنی ہائمن اعظم کے ہم وطن تھے۔ بیمار ہوئے۔ وہ ادویات کے ذریعہ سے صحت حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ جب ملک کے

تمام نامور "ادویاتی معالج" سے مایوس ہوگئے تو اس وقت کی مروجہ نیچروپیتھی کی طرف رجوع کیا اور نہایت باقاعدگی کے ساتھ اُن کی غذائی اور دیگر اسکیموں پر عمل کیا لیکن مرض میں نمایاں طور پر افاقہ نہ ہوسکا۔ اب انہوں نے اپنے دماغ سے کام لینا شروع کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مروجہ نیچروپیتھی میں ضرور کوئی بنیادی نقص ہے جس کی وجہ سے صحت کا حصول مشکل ہوگیا ہے۔ چنانچہ انجام کار ان نتائج پر پہنچے جن پر بالآخر اپنے علاج کی بنیاد رکھی۔ اب ہم ڈاکٹر لوئیس کوہنی آف جرمنی کے اُن نظریات کا اجمالاً ذکر کریں گے جنہوں نے آپ کو صحتِ کاملہ عطا کی اور بعد ازاں بے شمار بنی نوع انسان کو صحتِ کاملہ بخشنے کا سبب بنے۔

ڈاکٹر کوہنی کے نزدیک تمام انسانوں کے جسموں میں فقط ایک ہی مرض ہے اور وہ مرض ہے جسم کے اندر "مادۂ فاسد" کا اکٹھا ہونا۔ یہ مادۂ فاسد ہر نوعیت اور شکلوں کے امراض اور علامات پیدا کرتا ہے۔ مادۂ فاسد غیر فطری غذاؤں کے استعمال سے جسم میں داخل ہوتا ہے اور اگر زندگی غیر فطری لائنوں پر بسر کی جارہی ہو تو جسم سے بہت کم خارج ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ جسم کے اندر مادۂ فاسد کے انبار لگنے شروع ہوجاتے ہیں جن سے اعضائے جسم کی فطری صلاحیتوں اور وظائف میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے اور انجام کار مادۂ فاسد کا بوجھ انسان کو لے ڈوبتا ہے۔

مادۂ فاسد کے جسم میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے "منہ"۔ انسان غیر فطری غذائیں منہ کے راستے سے استعمال کرتا ہے۔ انہوں نے ناک کو بھی مادۂ فاسد کے داخل ہونے کا ایک راستہ قرار دیا ہے۔ ناک کے ذریعہ سے انسان مضر صحت ہوا جسم کے اندر داخل کرتا ہے اور اس کا اثر بھی جسم کے لئے خرابی کا

حاصل ہوتا ہے۔ قدرت نے تین راستے مادۂ فاسد کو جسم سے متواتر باہر نکالتے رہنے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ وہ تین راستے مقعد۔ آلاتِ بول اور جلد ہیں۔ انسان دن میں ایک یا دو مرتبہ پاخانہ پھرتا ہے۔ کئی مرتبہ پیشاب کرتا ہے اور جلد اپنے مسامات کے ذریعہ مادۂ فاسد کو پسینہ اور گندے اخراجات کی شکل میں باہر خارج کرتی رہتی ہے۔ اگر انسان بالکل فطری غذا کھائے۔ صاف ہوا میں وقت گذارے اور مناسب جسمانی ورزش کرے جس سے ان تینوں اعضائے اخراج سے جسم کی گندگی بسہولت باہر خارج ہوتی رہے تو مادۂ فاسد جسم کے اندر جمع نہیں ہو سکتا اور نتیجۃً تمام اعضائے جسمانی فطری وظائف ادا کرتے رہتے ہیں اور انسان کی صحت آخر دم تک قائم رہتی ہے

جب ایک ایسا انسان علاج کی غرض سے آئے جس کا جسم غیر فطری غذا اور طرزِ رہائش کی وجہ سے پیدا شدہ خرابیوں سے اٹا ہوا ہو تو اس کو شفا دینے کا فطری اور سادہ سا طریقہ یہ ہے کہ تمام غیر فطری غذائیں بند کر دی جائیں اور صرف فطری غذائیں استعمال کرائی جائیں۔ یہ پہلا قدم ہے اور اس طرح سے ہم جسم کے اندر مادۂ فاسد کی درآمد کو فوراً بند کر سکتے ہیں۔ اب سوال رہ جاتا ہے جسم کے اندر جمع شدہ مادۂ فاسد کے باہر نکالنے کا اس کے لئے فطری ایکیم یہی ہو سکتی ہے کہ مادۂ فاسد کو جسم سے باہر نکالنے والے اعضا کے افعال کو تیز کر دیا جائے تاکہ مادہ فاسد جسم سے جلد از جلد باہر نکل سکے۔

ڈاکٹر کوہنی نے نیچروپیتھی کے طریقِ کار میں یہ بنیادی نقص دیکھا کہ وہ جسم کے اندر مادۂ فاسد کو فطری غذاؤں اور دیگر طریق سے تحلیل کر کے خون میں

تو کر دیتے ہیں لیکن اُسے جسم سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بتاتے چنانچہ فاسد مادہ خون کے اندر ہی چکر لگاتا رہتا ہے۔ گو ان کی ایکیم پر عمل پیرا ہونے سے فائدہ ضرور ہوتا ہے لیکن وہ بہت دھیما اور تسلی بخش ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے "سرد پانی کا غسل" ایجاد کیا جسے "فرکشن ہپ باتھ" کا نام دیا۔ اس ہپ باتھ میں مریض کو ٹھنڈے یا تازہ پانی کے ایک ٹب میں اس طرح سے بٹھا دیا جاتا ہے کہ ٹانگیں اور ناف سے اوپر کا حصہ جسم پانی سے باہر رہتے ہیں۔ نصف تک رانیں۔ چوتڑ اور ناف تک جسم پانی کے اندر رہتے ہیں پھر چھوٹے تولیہ سے پیڑو کے مقام کو پانی کے اندر دائیں بائیں اور اوپر نیچے متواتر ملا جاتا ہے۔ ایک باتھ یا غسل پندرہ منٹ سے لے کر ایک گھنٹہ تک دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر کوہنی کہتے ہیں کہ اس طریقہ سے غسل دینے سے پیڑو کے مقام پر جو مادۂ فاسد کے اجتماع اور سڑاند کا مرکز ہے۔ ٹھنڈک پہنچائی جاتی ہے جس سے مادۂ فاسد کی آگ بجھتی چلی جاتی ہے اور مادۂ فاسد کا رُخ بجائے اوپر کی طرف ہونے کے نیچے کی طرف ہو جاتا ہے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ جسم کو اس انداز سے پانی میں ڈبونے سے جسم میں ٹمپریچر کی عظیم تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ٹانگوں کو چھوڑ کر نچلا دھڑ دیگر جسم سے زیادہ سرد ہو جاتا ہے اور دورانِ خون اپنی حرارت تمام جسم میں برابر رکھنے کے لئے پیڑو کی طرف بڑھتا ہے۔ چنانچہ اعضائے بول و براز میں فالتو خون" آ جمع ہوتا ہے جس سے یہ اعضا زیادہ تحریک پذیر ہونے لگتے ہیں اور پاخانہ اور پیشاب کی نکاس تیز ہو جاتی ہے۔ بہرکیف اس عمل کے اثرات کی جو بھی توجیہہ کی جائے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جسم سے مادۂ فاسد کی برآمد تیز ہو جاتی ہے اور

اس طرح سے ایک بالکل سادہ اور فطری تدبیر سے جسم مادۂ فاسد سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ڈاکٹر کوہنی نے اپنے علاج میں چار باتھس یا غسلوں کی ضرورت محسوس کی ہے۔ ایک باتھ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ دوسرا باتھ فرکشن سٹز باتھ کہلاتا ہے۔ اس باتھ میں ٹب کے اندر ایک لکڑی کی تقریباً ایک فٹ یا اس سے کم و بیش نشست رکھی جاتی ہے اور مریض کو اس پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ اس باتھ میں مریض کے صرف اعضائے تناسلی ہی بھیگتے ہیں یا معمولی سے چوتڑ بھی۔ تولیہ سے سرد پانی کو اعضائے تناسلی کے گرد اور سیون کے مقام پر پھیرا یا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کوہنی کے نزدیک مرد اور عورت کے اعضائے تناسلی جسم کے اعصاب کو تحریک دینے کے لئے موزوں ترین مراکز ہیں۔ چنانچہ جہاں اعصابی کمزوری پائی جائے یا کیس ہپ باتھ سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ کر رہا ہو تو سٹز باتھ سے اعصاب کو تحریک دی جاتی ہے۔

تیسرا باتھ "اسٹیم باتھ" ہے یہ غسل جسم میں جمع شدہ اور جم کر سخت ہوئے ہوئے مادۂ فاسد کو تحلیل کرنے کے لئے ہے۔ گنٹھیا کے مریضوں میں خصوصیت کے ساتھ یہ غسل کارآمد ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر کوہنی تقریباً ہر مریض کو ہفتہ میں ایک بار یہ غسل دیتے ہیں، تاکہ کھل کر پسینہ آئے اور زیر جلد جمع شدہ فاسد مادہ آسانی سے خارج ہو جائے اور جلد کا فعل زیادہ تیز ہو سکے۔ اس غسل کے لئے بید سے بنی ہوئی اسٹریچر نما چارپائی استعمال کی جاتی ہے جس پر مریض کو لٹا دیا جاتا ہے اور اوپر ایک کافی لمبا چوڑا کمبل اڑھا دیا جاتا ہے جو زمین تک لٹکا رہتا ہے تاکہ بھاپ باہر نہ نکل سکے اس چارپائی کے نیچے دو یا تین گرم پانی کی اُبلتی ہوئی دیگچیاں رکھی جاتی ہیں جن پر ڈھکنے

رکھے رہتے ہیں۔ جس قدر بھاپ نکالنا مطلوب ہو اس قدر ان ڈھکنوں کو دیگچی کے منہ سے سرکا دیا جاتا ہے۔ یہ غسل پندرہ منٹ سے آدھ گھنٹہ تک یا اس سے کم و بیش عرصہ کے لئے لیا جاتا ہے۔ عموماً سر کو کمبل سے باہر رکھا جاتا ہے۔ اور حسب ضرورت سر کو پسینہ دینے کے لئے کمبل کے اندر کر لیا جاتا ہے جب پسینہ کھل کر آ چکتا ہے تو مریض کو فوراً سرد پانی کے ٹب میں ہپ باتھ کے لئے بٹھا دیا جاتا ہے تاکہ تحلیل شدہ مادۂ فاسد آسانی سے پیڑو کی طرف رجوع ہو سکے۔ چونکہ اسٹیم باتھ میں صرف جلد کا فعل ہی تحریک پذیر ہوتا ہے اور اندرونی اعضاء گرم حالت میں نہیں ہوتے لہٰذا اسٹیم باتھ کے فوراً بعد سرد پانی کا غسل لینے سے گرم سرد ہونے کا کوئی خطرہ پیش نہیں آتا۔ اگر انسان ورزش کر چکنے کے بعد سرد غسل لے تو یقیناً تکلیف اور بیماری کا باعث ہو۔ یہ غسل صرف موٹے تازے اور مضبوط جسم والے لوگوں کے لئے ہے۔ کمزور افراد کو یہ غسل نہیں دیا جاتا۔

چوتھا غسل سن باتھ یعنی دھوپ کا غسل ہے۔ یہ غسل اسٹیم باتھ کا قائم مقام سمجھئے اس غسل میں مریض ہلکے کپڑے پہن کر دھوپ میں کسی چٹائی وغیرہ پر لیٹ جاتا ہے سر و گردن کو گیلے کپڑے یا سبز پتوں سے ڈھانپ لیتا ہے۔ اس غسل کو آدھ گھنٹہ سے ڈیڑھ گھنٹہ تک لیا جاتا ہے۔ اس غسل کا معیار یہ ہے کہ جسم کو کھل کر پسینہ آ جائے اس غسل کے بعد بھی فوراً ہی ہپ باتھ لیا جاتا ہے تاکہ تحلیل شدہ مادۂ فاسد پیڑو کی طرف چلا جائے اور پھر وہاں سے بذریعہ پاخانہ و پیشاب خارج ہو سکے۔

چنانچہ اسی طرح سے جسم کے اندر مادۂ فاسد کی درآمد بند اور برآمد تیز کر دی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ جسم سے مادۂ فاسد خارج ہو جاتا ہے اور نتیجہ کے طور پر صحت

واپس آجاتی ہے۔

اس طریقِ علاج کے دوران میں جو حقائق ڈاکٹر کوہنی کے سامنے آئے اُن کی مختصر فہرست یہ ہے۔

۱۔ حاد بیماریاں جسم میں مزمن مادۂ فاسد کا نتیجہ ہیں اور قوتِ حیات حاد بیماریوں کی شکل میں مادۂ فاسد کو جسم سے باہر نکالنے کی ایک تیز ترین کوشش کرتی ہے۔ حاد بیماریوں میں خصوصاً جن میں بخار تیز ہوتا ہے مادۂ فاسد جسم میں مائع حالت میں تبدیل ہو جاتا ہے لہٰذا اگر حاد بیماریوں میں طبیعت کی مناسب مدد مادہ فاسد کو باہر نکالنے کے لئے کی جائے تو جسم مزمن مرضیاتی کیفیت سے بھی نجات حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ جب تک مزمن حالت کو حاد حالت میں تبدیل نہ کر دیا جائے جسم سے مادۂ فاسد باہر نہیں نکل سکتا بہ الفاظِ دیگر جب تک قوتِ حیات میں کافی تحریک پیدا نہ کر دی جائے مادۂ فاسد سے نجات نہیں مل سکتی۔

۳۔ ایلوپیتھی ہر حاد بیماری کو مزمن حالت میں بدل دیتی ہے لہٰذا مریض کبھی شفایاب نہیں ہوتا۔

۴۔ جسم مختلف موسموں میں مادۂ فاسد جسم سے خارج کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے لہٰذا پھوڑے۔ پھنسیاں۔ اسہال وغیرہ واقع ہوتے رہتے ہیں۔

۵۔ گرم ممالک میں مادۂ فاسد بیرونی گرمی کی وجہ سے زیادہ شدت کے ساتھ پھوٹتا ہے اور ان ممالک کی گرمی مادہ کو رفع کرنے میں زیادہ مددگار ہوتی ہے۔

۶۔ غیر فطری غذا ہی جسم میں مادۂ فاسد پیدا کرنے کا سبب ہے۔

۷۔ ناقص ہاضمہ سب امراض کی ماں ہے۔

۸۔ غذا میں ہر قسم کی زیادتی جسم کے لئے زہر ہے اور جسم میں مادۂ فاسد پیدا کرتی ہے۔

۹۔ ہاضمہ کی کارروائی ایک جوش و سڑن کی کارروائی ہے۔

۱۰۔ بد پرہیز شخص اپنی قبر اپنے منہ سے کھودتا ہے۔

۱۱۔ اگر اس علاج میں ہاضمہ ترقی کرنے لگے تو شفا کی امید بڑھ جاتی ہے۔

۱۲۔ گرم ممالک میں غیر محرک اور گرمی پیدا نہ کرنے والی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہیئے۔

۱۳۔ تمام امراض کا سبب "پیڑو" میں ہے۔

۱۴۔ بچے والدین سے شکل و صورت کے علاوہ امراض میں اُن سے ملتے جلتے ہیں۔

۱۵۔ مرض کی تمام صورتیں قابلِ علاج ہیں لیکن تمام اشخاص نہیں۔

۱۶۔ مریض کی جوانی اور عمدہ موسم علاج میں مددگار ہوتے ہیں۔

۱۷۔ جسم کی ضروری اور اصلی قوتِ حیات ہی شفا کامل عطا کرتی ہے۔

۱۸۔ اگر قوتِ حیات کافی نہ ہو تو مریض دورانِ علاج ہی میں دم توڑ دیتا ہے۔

۱۹۔ سِل والے مریض کے شفا پانے کا انحصار محض اُس کی قوتِ حیات پر ہے اور قوتِ ہاضمہ کی جلد ترقی پر۔

۲۰۔ اس علاج میں وہ تمام علامات واپس آتی ہیں جو دورانِ مرض میں دب گئی تھیں

۲۱۔ میعاد علاج مادۂ فاسد کی مقدار سے وابستہ ہے۔

۲۲۔ لمبے علاج کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ مرض پرانا ہو اور کیس دواؤں سے بگڑ گیا ہو۔

۲۳۔ جب دورانِ علاج میں مادہ فاسد پیڑو کی طرف واپس ہونے لگتا ہے تو بازوؤں اور ٹانگوں میں دردیں اور پھوڑے پھنسیاں وغیرہ پیدا ہو جاتی ہیں۔

۲۴۔ اسکروفیولا میں مہینوں بلکہ برسوں علاج جاری رکھنا پڑتا ہے اور جب قوتِ حیات کافی نہ ہو تو کامیابی بالکل نہیں ہوتی۔

۲۵۔ مرض رسل میں برسوں تک یہ علاج جاری رکھنا پڑتا ہے اور تیسرے درجہ میں صحت مشکل ہے۔

۲۶۔ مادۂ فاسد کے خارج کرنے والے طریقہ کو جسم کے لئے کم سے کم تکلیف دہ بنانا چاہیئے۔

۲۷۔ اس علاج میں تکلیف زیادہ اٹھانی پڑتی ہے اور زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔

۲۸۔ یہ طریقۂ علاج ہر مرض کو شفا بخش سکتا ہے لیکن ہر مریض کو نہیں کیونکہ جس وقت جسم کی بہت زیادہ بیخ کنی ہو گئی ہو اور ادویات کے کثرتِ استعمال سے جسم زہروں سے بھر گیا ہو تو یہ طریقۂ علاج تکلیف کو تو کم کر سکتا ہے مگر ہمیشہ مریض کو موت سے نہیں بچا سکتا یا شفائے کلی نہیں دے سکتا۔

۲۹۔ جب یہ علاج ثابت قدمی کے ساتھ کیا جائے تو مرض کی جملہ علامات دُور ہو جاتی ہیں مگر صرف یہی ایک ضروری شرط ہے کہ جسم میں کافی قوتِ حیات

موجود ہو اور اعصاب کا سلسلہ تمام جسم میں کہیں بھی شکستہ نہ ہوا ہو۔

مندرجہ بالا حقائق میں سے ہم آپ کی توجہ خاص طور پر مندرجہ ذیل نتائج کی طرف مبذول کرتے ہیں جو ڈاکٹر لوئیس کوہنی نے "علاج بالادویہ" میں اخذ کئے ہیں۔

۱۔ جب تک مزمن حالت کو حاد حالت میں تبدیل نہ کر دیا جائے جسم سے مادۂ فاسد باہر نہیں نکالا جا سکتا۔

۲۔ صرف مریض کی قوتِ حیات ہی شفاء کاملہ عطا کرنے کی اہل ہے۔

۳۔ دورانِ علاج میں تمام دبی ہوئی علامات واپس آتی ہیں۔

۴۔ جب شفا ہونے لگتی ہے تو بازوؤں اور ٹانگوں پر پھوڑے پھنسیاں اور دردیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ان حقائق کی تفصیل اس کتاب میں پوری طرح سے دی جا چکی ہے اور ہر ہوشمند اور غیر متعصب انسان کے لئے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ ہومیوپیتھی بالمثل دوا سے مریض کو مزمن حالت سے حاد حالت میں لے آتی ہے اور اپنی معالجاتی اسکیم تمام تر قوتِ حیات کے مدِ نظر تیار کرتی ہے۔

اب ہم بحث کی حدود پر "علاج بالما" کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔

۱۔ بنیادی اصُول

ان کی وضاحت اُوپر کر دی گئی ہے۔

۲۔ ان بنیادی اصولوں کی حقیقت

علاج بالما کے اصول نہایت فطری اور حقائق پر مبنی ہیں۔

۳۔ مرض کی تشخیص کے ذرائع

امراض کی کوئی خاص گروپ بندی نہیں کی جاتی بلکہ تمام جسم کے مرض کو "واحد مرض" تصور کیا جاتا ہے اور مادۂ فاسد کی مقدار کو جانچنے کے لئے نیز یہ کہ مادۂ فاسد جسم کے کون سے حصہ میں زیادہ مقدار میں موجود ہے مریض کے چہرہ و گردن کو سائنس آف فیشل اکسپریشن (SCIENCE OF FACIAL EXPRESSION) کے ذریعہ سے دیکھ کر معلوم کر لیا جاتا ہے۔ سائنس آف فیشل اکسپریشن بھی ڈاکٹر لوئیس کوہنی کے نظری تجربات کا نتیجہ ہے جس کی وضاحت کی یہاں گنجائش نہیں۔

۴۔ کیا یہ تشخیص مرض کا قاعدہ ہر بیمار انسان کی فرداً فرداً کیفیت اور نوعیت پر حاوی ہے۔

اس علاج میں اس تخصیص کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

۵، ۶ علاج کی تجویز کے اصول

ان کی کافی وضاحت اوپر کر دی گئی ہے۔

۷۔ یہ طریقۂ علاج اپنے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔

ایک نظری طریقۂ علاج ہونے کی وجہ سے اس کی رائے اپنے متعلق بہت

بلند ہے۔ البتہ ہومیوپیتھی اور ایلوپیتھی کے متعلق اس کی رائے تحریر کئے دیتے ہیں

ہومیوپیتھی کے متعلق علاج بالمثل کی رائے

"ہومیوپیتھی کو مثل ایک جڑی رفیق کے مبارک سمجھتا ہوں جس کے ساتھ مل کر لوگوں میں ادویات کے مہلک اثرات کے یقین کو مضبوط کرنے کے لئے جنگ کرنی ہے۔ غذا کے متعلق ہومیوپیتھی کوئی مقررہ اور صاف اصول تجویز نہیں کرتی اور میرا تجربہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ اس کی بہت چھوٹی چھوٹی خوراک دوا بھی بالکل غیر مضرت رساں نہیں ہے۔"

"ہومیوپیتھی کی عمارت بھی اسی بنیاد پر قائم ہے کہ جس پر کہ ایلوپیتھی کی ہے۔ گو یہ ادویات سطحی ہلکی کی ہوئی حالت کو زیادہ پُرتاثیر مانتی ہے جیسے کہ پانی اپنی ہلکی صورت یعنی بھاپ میں کسی کل کے چلانے کی طاقت رکھتا ہے حالانکہ اپنی رقیق حالت میں (یعنی اصلی صورت میں) یہ بڑھی ہوئی قوت اس میں موجود نہیں ہوتی ہومیوپیتھی نے یہ بات دریافت کی ہے کہ جملہ ادویات اپنی ہلکی بنائی ہوئی مقدار خوراک میں بمقابلہ ایلوپیتھک کی بڑی بڑی خوراک دوا کے بہت زیادہ پُراثر اور کم مضرت رساں ہوتی ہیں۔ پس ادویات کو زیادہ ہلکا بنا کر استعمال میں لانے کی وجہ سے ہومیوپیتھی ظاہر کرتی ہے کہ وہ ایلوپیتھی سے بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ لیکن بہ لحاظ اپنے طریقۂ تشخیص کے وہ ایلوپیتھی سے بدتر ہے کیونکہ یہ اُس کی مانند سینکڑوں امراض کو مانتی ہے اور ہر مرض کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ دوا بتلاتی ہے جن کے صحیح صحیح اثر کا انحصار صحیح تشخیص پر ہوتا ہے۔ درحقیقت

ہومیوپیتھی طریقۂ علاج میں ادویات کو زیادہ سے زیادہ ہلکا بنانے کی ترکیبوں کا طریقہ ایسا پیچیدہ ہوگیا ہے کہ جو لوگ اس علم کی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں ان کو ضرورت ہے کہ محنت اور تکلیف اٹھا کر اس پیچیدہ طریقہ کا مطالعہ کریں۔

ایلوپیتھی کے متعلق علاج بالمثل کی رائے

ڈاکٹر ولیمس کو ہنی ایلوپیتھی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"ایلوپیتھی مختلف اقسام کی کثیر التعداد بیماریاں اور ہزارہا قسم کی ادویات مانتی اور جانتی ہے۔ ان بے شمار امراض کی تشخیص کرنے میں ایلوپیتھی بہت ہی پیچیدہ اور قیمتی اوزارات کا استعمال کرتی ہے جن کو ہوشیاری سے استعمال کرنے کے لئے برسوں کی مشق درکار ہے اسے آئینوں سے بنے ہوئے خاص آلات کی مدد سے شکم کے اندر روشنی پہنچانے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے اس کا طریقۂ تشخیص اب بھی ناقص ہی ہے۔ اگر اپنے مقبول طریقوں سے اسے کسی مرض کی صحیح طور پر تشخیص کر لینے میں کامیابی بھی حاصل ہو جاتی ہے تو درحقیقت کوئی بات حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ بیماری کی ماہیت سے اس کو اس حالت میں بھی ناواقفیت رہتی ہے۔ چونکہ تمام ادویات اور اعمال جراحی کسی اندرونی بیماری کو دور کرنے کے لئے بے قوت ہیں لہٰذا ان کی مدد سے مرض کی ظاہری علامات میں محض ایک قسم کی تبدیلی ہی واقع ہو سکتی ہے۔

چنانچہ تاحال یہ بات واقع ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی اندرونی بیماری میں مبتلا ہو اور دس مختلف اطبا سے مشورہ لے تو عین ممکن ہے کہ ان میں سے

ہر طبیب کی تشخیص دوسرے سے مختلف ہو اور اگر دو کی تشخیص ٹھیک ٹھیک ایک ہی ہو تاہم وہ نسخے تو ضرور مختلف لکھیں گے اور ان میں سے ہر ڈاکٹر اسی بات کا دعوے کرے گا کہ اس کی تشخیص اور نسخہ صحیح ہے اور بقیہ سب غلط ہیں۔

نہایت ذہانت سے ایجاد کئے ہوئے آلات کے ذریعہ سے ایلوپیتھی اب بھی اس قابل نہیں ہے کہ بڑے بڑے اندرونی امراض مثلاً سل یا سرطان کو قبل اس کے کہ مرض نے پورے طور پر فروغ پالیا ہو اور معمولاً لاعلاج ہو گیا ہو شناخت کر سکے ایسے مریضوں نے مجھ سے اکثر مشورہ کیا ہے کہ جن کے پھیپھڑوں میں عرصہ دراز سے بڑی خرابی آرہی تھی اور جن سے ایلوپیتھک اطباء نے مشورہ لینے پر کہہ دیا تھا کہ ہم کو آپ کے پھیپھڑوں میں کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔ یہ اب بھی پورے تندرست ہیں۔"

اکثر ایلوپیتھک طبیب یہ کہتے ہیں کہ رسولی یا نئی پیدائش ابھی عمل جراحی کے لئے پختہ نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا مریض کو چند ماہ اور انتظار کرنا چاہیے جس کے بعد غالباً عمل جراحی کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں یا کم از کم سردست کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ نتیجۃً اسی انتظار میں مرض اور عروق کی خرابی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اکثر حالات میں درست امداد پہنچانا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ ایلوپیتھی اکثر اوقات مرض پر اس کی ابتدا میں حملہ آور نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا طریقۂ تشخیص بیماری کی شروع شروع کی حالتوں کو مرض خیال نہیں کرتا۔ بعض امراض کو یہ اسی وقت جان سکتی ہے جب کہ امراض جسم کے کئی حصوں کو تباہ کر چکے ہوتے ہیں۔

۸۔ اخذ نتائج

ڈاکٹر لوئیس کوہنی سے ہومیوپیتھی کو یہ گلا ضرور رہے گا کہ پہلے پہل تو خوش آئند جذبات سے بھر کر ہومیوپیتھی کی طرف دستِ تعاون بڑھایا ہے لیکن معاً یہ کہہ کر "ہومیوپیتھی کی عمارت بھی اسی بنیاد پر قائم ہے جس پر کہ ایلوپیتھی کی ہے" اپنے الفاظ جلد ہی واپس لے لئے ہیں۔ بہرکیف ہم اُن کے ریمارکس کا تجزیہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"غذا کے متعلق ہومیوپیتھی کوئی مقررہ اور صاف اصول تجویز نہیں کرتی"

ہانمن اعظم نے "کرانک ڈیزیز" میں ان تمام غیر فطری غذاؤں کا نام لیا ہے جس سے مریض کو پرہیز لازم ہے۔ چنانچہ ان غذاؤں میں شراب، چائے، تمباکو مصالحہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ ہر مریض کو خصوصیت کے ساتھ ان غذاؤں سے پرہیز کرنا لازم قرار دیا ہے جو دوا کے اثرات میں حارج ہوتی ہیں لیکن اگر ڈاکٹر لوئیس کوہنی اسی پر بضد ہیں کہ "چھان والی روٹی" اور "اُبلی ہوئی سبزیات" ہی مریض کو کھلائی جائیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ پرہیز جس قدر بھی کیا جائے کم ہے اور غذا جس قدر بھی فطری اور سادہ رکھی جائے مناسب ہے۔

"ہومیوپیتھی کی چھوٹی چھوٹی خوراک دوا بھی بالکل غیر مضرت رساں نہیں"

یہ ریمارک جسم کی خستہ حالت کے مدِ نظر جب کہ بقول ڈاکٹر کینٹ کے بلند پوٹنسیاں نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں درست ہے ایسے کیسوں میں "ہومیوپیتھک فن کار" کی ضرورت ہے۔ ویسے ڈاکٹر کوہنی اپنے طریقِ علاج کو بھی بعض حالتوں

میں مضر سے خالی نہیں بتاتے۔

"ہومیوپیتھی کی عمارت بھی اُسی بنیاد پر قائم ہے جس پر کہ ایلوپیتھی کی ہے"

"ادویات کو زیادہ ہلکا بنا کر استعمال میں لانے کی وجہ سے ہومیوپیتھی ظاہر کرتی ہے کہ ایلوپیتھی سے بہت آگے بڑھ گئی ہے"۔

"ہومیوپیتھی ایلوپیتھی کی مانند سینکڑوں امراض کو مانتی ہے اور ہر مرض کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ دوا بتلاتی ہے"۔

مندرجہ بالا ریمارکس ہومیوپیتھک فلسفۂ مرض و علاج سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں۔ ناظرین جو یہاں تک حاصل مضمون کا مطالعہ کر چکے ہیں ان ریمارکس کا کھوکھلا پن محسوس کر رہے ہوں گے۔ ڈاکٹر لوئیس کوہنی کے یہ الفاظ کہ "ہومیوپیتھی طریقۂ علاج میں ادویات کو زیادہ سے زیادہ ہلکا بنانے کی ترکیبوں کا طریقہ ایسا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ جو لوگ اس علم کی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں ان کو ضرورت ہے کہ محنت اور تکلیف اٹھا کر اس پیچیدہ طریقہ کا مطالعہ کریں" ان کی ہومیوپیتھی سے ناواقفیت کا ایک طرح کا دبے لفظوں میں اعتراف ہے۔ اگر میں ہومیوپیتھی کی طرف سے ڈاکٹر لوئیس کوہنی کو یہ کہہ دوں کہ ہومیوپیتھی کے پیچیدہ طریقوں کو حاصل کرنے کے لئے صرف اکیلا ہومیوپیتھ محنت کرتا ہے اور تکلیف اٹھاتا ہے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا گھنٹہ گھنٹہ بھر کے اکتا دینے والے غسلوں کے لامتناہی سلسلہ کی مشقت سے بچ جاتے ہیں تو غالباً ان کا جواب ہو جائے گا۔

غیر فطری غذاؤں کا استعمال اُسی طرح سے جسم کو نقصان پہنچاتا ہے جس طرح سے کوئی زہر کھا لیا جائے۔ زہر اور غیر فطری غذا میں فقط اتنا فرق ہے کہ

زہر آناً فاناً انسان کو ہلاک کر سکتا ہے لیکن غیر فطری غذاؤں کے ہلاک کن اثرات آہستہ آہستہ مرتب ہوتے ہیں اور ایک لمبے عرصہ کے بعد انسان کو ہلاک کر سکتے ہیں۔

غیر فطری غذائیں بالعموم روا روی کھائی جاتی ہیں اور اس حالت میں انسان کا غیر فطری غذاؤں کا استعمال زہر کھانے سے مشابہ ہے اور اُسے ——— (MECHANICAL CAUSE) یعنی مادی ہلاک کن سبب کہا جا سکتا ہے لیکن اگر انسان کے اندر غیر فطری غذاؤں کے کھانے کی خواہش پیدا ہو تو یہ غیر مادی قوتِ حیات کی بیماری کی وجہ سے ہوگا۔

یہ حدِ فاصل کھینچنا کہ کہاں قوتِ حیات کی بیماری کی حدود ختم ہو رہی ہیں اور کس جگہ سے غیر فطری غذاؤں کے بد اثرات شروع ہو رہے ہیں۔ انسانی سمجھ بوجھ کے اختیار سے باہر ہے۔

ڈاکٹر لوئیس کوہنی کی صحت یابی کی اسکیم فطری اور موثر ہے البتہ محنت طلب ضرور ہے۔ ہائمن اعظم نے آرگینن کی آخری دفعہ نمبر ۲۹۱ میں جاد اور پرانے امراض میں پانی کے غسلوں کی ہومیوپیتھک علاج کے ساتھ ساتھ سفارش کی ہے ڈاکٹر لوئیس کوہنی نے ہائمن اعظم کے بعد اپنا "علاج بالما" دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر ہائمن اعظم کے زمانہ میں ڈاکٹر کوہنی نے یہ طریق پیش کیا ہوتا تو یقیناً ہائمن اعظم نے اس بے ضرر طریق علاج کی سفارش بھی کی ہوتی جس طرح سے انہوں نے ڈاکٹر مسمر آف جرمنی کے طریق کی کی تھی۔

ایسے مریضوں میں جن کی علامات سردی اور غسل سے بڑھتی ہوں۔ اس علاج کی افادیت محلِ نظر ہے لہٰذا رسٹاکس اور آرسنک البم کے مریضوں میں غسلوں کا استعمال احتیاط سے کرنا چاہیئے۔

———

بایو کیمک طریقۂ علاج

ڈاکٹر سشلر آف جرمنی اس طریقِ علاج کے موجد قرار پاتے ہیں۔ ڈاکٹر شلر ایک ہومیو پیتھک معالج تھے جنہوں نے اپنے علاج کو اُن بارہ نمکیات کا پابند کر لیا جو جسم انسانی میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا فلسفۂ مرض و علاج نہایت سادہ سا ہے جس کا ذیل میں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے

ڈاکٹر سشلر کہتے ہیں کہ جسم انسانی میں بارہ نمکیات پائے جاتے ہیں جو تمام جسم کی مشینری کو درست حالت میں قائم رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔ جب ان نمکیات میں سے کوئی ایک یا زیادہ نمک مقررہ اور مطلوبہ مقدار سے کم و بیش ہو جاتا ہے تو جسم انسانی میں تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں جنہیں مرض کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر اس نمک کو اُس حالت میں مریض کو کھلا دیا جائے جس حالت میں وہ جسم کے اندر پایا جانا چاہیئے تو مطلوبہ مقدار کی کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے اور علامات مرض دُور ہو جاتی ہیں۔

ڈاکٹر سشلر ان نمکیات کو عموماً ۶x پوٹنسی میں استعمال کراتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ نمکیات اسی پوٹنسی میں عموماً ہماری غذاؤں میں بھی پائے جاتے ہیں

۱۔ بنیادی اصُول

اوپر درج کر دیئے گئے ہیں۔

۲۔ کیا یہ اصول صرف فرض کر لئے گئے ہیں یا کسی اصولِ فطرت سے ہم آہنگ بھی ہیں؟

درحقیقت یہ علاج ہومیو پیتھک اصولوں پر مبنی ہے لیکن ڈاکٹر سشلر کا اصرار ہے کہ یہ ہومیو پیتھی سے ایک الگ چیز ہے۔ نمکیات کی کمی بیشی کا جو نظریہ ڈاکٹر سشلر نے پیش کیا ہے محض خیالی ہے کیونکہ ہر انسان غذا کے ذریعہ سے کافی مقدار ان نمکیات کی روزانہ اپنے اندر داخل کرتا رہتا ہے یا اگر کسی مخصوص نمک کی کمی کی علامات مریض میں پائی جائیں تو مریض کو وہ مخصوص غذا زیادہ کھا کر تندرست ہو جانا چاہیئے جس غذا میں وہ نمک با افراط پایا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر سشلر ایسی مخصوص غذاؤں کی سفارش کہیں نہیں کرتے۔ نمکیات کا پوٹنسیوں میں استعمال کرنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ اس علاج کی اسکیم ہومیو پیتھک علاج کی اسکیم سے الگ نہیں ہے۔ چونکہ یہ نمکیات مادی جسم کا اہم ترین جزو ہیں لہٰذا اکثر بیماریوں میں ان بارہ نمکیات کی علاماتی تصویریں پائی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود بہت سے مریضوں میں ان نمکیات کی علامات قطعاً نہیں پائی جاتیں اور نہ ان سے مریض کو خاطر خواہ فائدہ پہنچتا ہے اور ہمیں ان نمکیات سے باہر دیگر دواؤں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے

۳۔ مرض کی تشخیص کے ذرائع

مرض کی تشخیص صرف علامات کے ذریعہ سے ہی کی جاتی ہے۔ گو اس میں

اخذ علامات کی وہ شان نہیں جو ہومیوپیتھی میں پائی جاتی ہے۔ ہر نمک کی کمی بیشی کی چند موٹی موٹی علامات کو سامنے رکھ لیا جاتا ہے لیکن جب سے ہومیوپیتھی نے ان بارہ نمکیات کو اپنی طب میں شامل کیا ہے۔ ان نمکیات کی باقاعدہ وسیع ترین علامات ریکارڈ کرلی گئی ہیں۔

۴ کیا یہ تشخیصِ مرض کے ذرائع ہر بیمار انسان کی فرداً فرداً کیفیت اور نوعیت پر حاوی ہیں۔

تقریباً ایسا ہی ہے۔

۵۔ دوا کی تجویز کے اصول

اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔

۶۔ کیا تجویز دوا کے اصول سو فیصدی تسلی بخش ہیں

مندرجہ بالا بیان میں اس کا جواب دیا جا چکا ہے

۷۔ یہ طریقہ علاج اپنے متعلق کیا رائے رکھتا ہے

ڈاکٹر سشلر کہتے ہیں کہ ان بارہ نمکیات سے باہر کسی دوا کی ضرورت نہیں لیکن تجربہ نے ان کے بیان کی تصدیق نہیں کی۔

۸۔ اخذ نتائج

یہ علاج اس طرح کے خطرناک ردِ عمل پیدا نہیں کرتا جس طرح سے ہومیوپیتھک بلند پوٹنسیاں خصوصاً کمزور مریضوں میں کرتی ہیں لہٰذا ان کا استعمال ہر قسم کے مریض پر بلا جھجک کیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ دوا کی پوٹنسی بہت کم ہوتی ہے لہٰذا پرانے امراض میں چھوٹی پوٹنسیوں میں شفاء کامل عطا نہیں کر سکتا۔ ان دواؤں کو ہم بچوں اور کمزور مریضوں میں آسانی سے استعمال کرا سکتے ہیں۔ اور لاعلاج مریضوں کو گہری ہومیوپیتھک دوا کی بلند پوٹنسی دینے کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔

گنتی کی چند دواؤں کے پیشِ نظر تجویزِ دوا نہایت آسان ہے اکثر نیچروپیتھ آج کل اپنے طریقِ کار کے ساتھ ساتھ ان دواؤں کا استعمال بھی جائز سمجھتے ہیں۔

بلاشبہ ہومیوپیتھی نیچروپیتھی اور بایوکیمسٹری کے ذریعہ سے ناقابل شفا مریضوں کے اندر سے مادۂ فاسد کا بار کم کر کے انہیں اپنی اسکیم میں داخل کر سکتی ہے ہومیوپیتھی دنیا کا واحد تیز ترین طریقۂ علاج ہے اور اس کا رُخ ہمیشہ "فطری صحت" کی بازآوری کی طرف رہتا ہے۔

طبِّ یونانی

پیشتر اس کے کہ ہم طبِ یونانی اور ایلوپیتھی کے متعلق اپنی بحث تحریر کریں ہم "شمس الاطبا حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی" خان صاحب" جو ہر دو طبوں کے مستند عالم ہیں کے خیالات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"انیسویں صدی مسیحی تک علمِ طب زیادہ تر امراض کے مطالعہ کے ساتھ ہی مخصوص تھا لیکن ڈاکٹر پاسٹر کی دریافت جراثیم سے طبِ جدید کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس وقت سے ہر ایک طبیب کو طبِ جدید کی تعلیم و تحصیل کا شوق ہوا اور جو اطباء علم الجراثیم میں مہارتِ تامہ حاصل کرتے تھے وہی بہترین طبیب مانے جاتے تھے۔ ایسے اطباء اپنے معاصرین سے امراضِ مخصوصہ کی ماہیتوں میں نہایت موشگافیاں کرتے اور مخصوص قسم کے جراثیم کو ان امراض کا باعث بتاتے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر جراثیم کا قلع قمع ہو جائے تو امراض بھی صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں اس بارہ میں ان کو کامیابی کی قوی امیدیں تھیں اور انہوں نے بہت سی عملی تجاویز بھی سوچیں لیکن ان کو قطعی اور حتمی کامیابی نہ ہوئی لیکن جیسا کہ آپ کو آگے علم الجراثیم کے بیان میں معلوم ہوگا، علم الجراثیم کی تعلیمات سے جو فوائد اور نتائج مترتب اور منتج ہوئے ہیں ان سے انکار اور انکار کرنا بھی دور از عقل ہے بلکہ علم الجراثیم کے بہت سے اہم و مفید ترین فوائد کے معترف اور موید ہیں کیونکہ اس

علم نے ہمیں پاک و صاف پانی اور صاف عمدہ غذا کے استعمال کا پابند کیا ہے اور بہت سی قسم کی چھوت (انفیکشن) سے نجات دلائی ہے اور اس کی مفید معلومات جدیدہ سے بیش از بیش فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ اسی علم کی بدولت ہمیں تعدیہ امراض اور ان کے انتشار کی حقیقت معلوم ہوئی ہے اور اس عجیب و غریب طریق سے انسانی طبیعت (واٹل فورس) متعدی یا مُسری امراض کی مدافعت و ازالہ میں طبعی جد و جہد اور وسائل اختیار کرتی ہے۔ ان کی معلومات بھی حیرت انگیز ہیں۔ علم الجراثیم نے بھی بعض متعدی اور وبائی امراض کے ہمیں شافی علاج بتائے ہیں اور جدید علم الجراحت میں اسی کی بدولت نہایت مفید دافع تعفن (اینٹی سیپٹک) و مانع تعفن (اے سیپٹک) معالجات معلوم ہوئے ہیں لیکن علم الجراثیم سے امراض کے قلع و قمع کی قطعی امید بر نہیں آئی۔ پس رفتہ رفتہ انسانی خیال پھر دوسری طرف متوجہ ہوا ہے یعنی خود جسم انسان کی طرف جس میں کہ بیماری کا بیج نشوونما پاتا ہے۔ بیسویں صدی کا طب "طبِ جدید" بجائے مطالعۂ مرض کے مطالعۂ صحت کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ اس حقیقت کو ایک معمولی طریق میں اس طرح سے بھی ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ جب ایک آدمی کو کوئی دوسرا آدمی مارتا ہے تو وہ بھی اُسے مارتا ہے۔ یعنی مکّے کے عوض مُکّا رسید کرتا ہے اور تھپڑ کا جواب تھپڑ سے دیتا ہے۔ پس جس طرح سے جسم اپنے ظاہری دشمن کے ساتھ مقابلہ و مجادلہ کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے خفیہ دشمن مرض کے ساتھ مقابلہ و مجادلہ کرتا ہے چنانچہ جب بیماری اُس پر حملہ آور ہوتی ہے تو یہ اپنی پوری قوت مدافعت کے ذریعے اُس کو دفع کر کے اپنے آپ کو محفوظ کرتا ہے۔ اس مدافعت کو ردِّ فعل یا ری ایکشن (RE ACTION) کہتے ہیں۔ پس بیماری سے شفایابی جسمِ انسانی کی

کامیاب مدافعت یا ردِّ فعل کا نام ہے اور شفایابی کی ناکامی گویا جسمی مدافعت یا ردِّ فعل کی ناقابلیت اور ناکامی ہے۔ پس یہ خیال بعض لوگوں کے اس خیال سے بہت مختلف ہے کہ جسم انسانی مرض کو قبول کرتا ہے اور اس کے دفعیہ کی طبعی طور پر کوئی سعی اور جہد نہیں کرتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جسم و جان کا مجموعہ ہے۔ جان کو حیات یا قوتِ حیات اور انگریزی میں وائٹل فورس یا وائٹلٹی (VITALITY) کہتے ہیں۔ متقدمین اطبا یونان اسی کو قوتِ مدبرہ بدن یا طبیعت کہتے ہیں۔ عام طور پر بھی لوگ کہا کرتے ہیں کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ پھر یہ طبیعت کیا ہے؟ یہ طبیعت وہ خداداد قوت ہے جو اصلاح و درستیٔ بدن پر مامور ہے یعنی طبیعت مدبرۂ بدن ہے۔ یہی جسم کی ذاتی حرکت و سکون کا باعث ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے بدن کے تمام کاروبار انجام پاتے ہیں اور جب کسی شخص کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور وہ ناتواں ہوتا ہے تو عام طور پر اُسے کہتے ہیں کہ اُس میں تو جان ہی نہیں وہ کیا کام کرے گا اور کیا لڑے گا، اور جسم بے جان یا جسم مردہ میں تو کوئی حس و حرکت ہی نہیں ہوتی۔ پس طبیعت یا قوتِ حیات (وائٹل فورس) ہی جسم میں حس و حرکت کا باعث ہوتی ہے اور اسی سے جسم میں قوتِ مدافعت مرض ہے۔ یعنی قوتِ حیات یا طبیعتِ مدبرہ بدن ہی بدن کی محافظت کرتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے۔

نوٹ:۔ متقدمین اطبائے یونان کا بھی یہی مذہب ہے کہ طبیعت مدبرۂ بدن ہمیشہ بدن کی اصلاح کرتی اور مرض کو دفع کرتی ہے۔ اُن کی اصطلاح میں بحران طبیعت اور مرض کی فیصلہ کُن جنگ کا نام ہے۔ کئی صدیوں کے بعد حکماءِ

اطبائے یورپ پھر اسی قدیم یونانی طبی مذہب کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔

چونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ طبیعت اپنے طبعی و قدرتی وسائل سے مقابلہ و ازالۂ مرض میں پوری کوشش کرتی ہے اور صحیح طبی علاج بھی یہی ہے کہ اس بارہ میں یعنی ازالۂ مرض میں طبیعت کو تقویت دی جائے اور اس کی امداد کی جائے۔ پس طبیعت کی یہ قوتِ دفعِ مرض یا حفظِ صحت ہمارے لئے طبِ جدید کا گویا ایک نیا دور ہے مثلاً علامات مرض کو اب مرض کی علامات نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُنہیں جسم کی مدافعت مرض کی طبعی علامات خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتے ہوئے شخص کے جسم میں چونکہ قوتِ حیات یا قوتِ مدافعت نہیں ہوتی۔ اس لئے اُس کو نہ درد کا احساس ہوتا ہے نہ بخار کی حرارت سے اس کا چہرہ تمتماتا ہے۔ نہ اس کا دل دھڑکتا ہے اور نہ نبض تیز چلتی ہے کیونکہ جسم ردِّ فعل ہی نہیں کرتا وغیرہ۔ پس ان علامات کو پہلے تو یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ مرض کے حملے ہیں لیکن اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ درحقیقت طبیعت کے مرض پر حملے ہیں۔ پس طبیب کو طبیعت کے ایسے مفید اور شافی فعل میں مداخلت و مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ اگر چور کسی شخص پر حملہ آور ہوں اور اُس شخص کے پاس اپنے بچاؤ یا حفاظت کے لئے کوئی اسلحہ یعنی تلوار یا بندوق ہو اور اُس کا کوئی مددگار اس کو چوروں کے حملہ سے بچاتے ہوئے خود اُسی کے ہاتھ سے وہ اسلحہ یعنی تلوار یا بندوق چھین لے تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ اس کی کس قدر صحیح امداد کہی جا سکتی ہے۔

طبِ جدید درحقیقت مطالعۂ علامات ہے۔ کیونکہ یہی علامات وہ طریق ہیں جن پر طبیعت مدبرۂ بدن مرض کی مدافعت کرتی اور جسم کی محافظت کرتی ہے اگر ہم ایک مرض کی علامات اور اُن کی ترکیب کو صحیح طریق پر جانتے ہیں تو گویا ہم مرض

کے ازالہ یا اس کے علاج کو بھی صحیح طریق پر جانتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ہم ازالۂ مرض کے لئے طبیعت کو تقویت دیتے یا امداد پہنچاتے ہیں اور یہی مسلمہ صحیح طریق علاج ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے جسم کا گوشت اور خون ہی مرض کا مقابلہ اور ازالہ کرتا ہے۔ اُن کی بجائے ڈاکٹر یا حکیم کی کوئی دوا بذاتہٖ مرض کا مقابلہ نہیں کرتی بلکہ وہ خون میں اپنا اثر یا اپنی کیفیت پہنچاتی ہے اور خون مرض کا مقابلہ کرتا ہے اور یہی مذہب متقدمین اطباء یونان کا ہے۔

مختصر یہ کہ ہم جراثیم مرض کو اپنے جسم کی زندہ ساخت (جس میں کہ وہ جراثیم متمکن و مقیم ہیں) کی مدد کے بغیر نیست و نابود نہیں کر سکتے یعنی دافع تعفن (اینٹی سیپٹک) یا دیگر ادویہ یا آلات جراحی خود زندہ جسمانی ساختوں کے قوی مقابلہ و مدافعت کے بغیر اُن جراثیم کو جسم سے دفع یا نیست و نابود نہیں کر سکتے۔ پس مرض کو روکنے یا اُس کو دُور کرنے کے لئے خود جسم کا مستعد ہونا ضروری ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ مستعد مرد و عورت پیدا کئے جائیں یا اُن کو مستعد بنایا جائے یعنی اگر موجودہ نسل میں اس قسم کی استعداد کم ہے تو اس کو تقویت پہنچائی جائے اور آئندہ نسل کو طبعی استعداد سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا جائے تاکہ وہ تندرستی اور خوشحالی کی زندگی بسر کریں۔

نوٹ:۔ متقدمین اطبائے یونان کا بھی یہی مذہب ہے کہ دوا فی نفسہٖ ازالۂ مرض نہیں کرتی بلکہ طبیعت ہی ازالہ و دفیعہ مرض کرتی ہے اور علاج کی غرض و غایت بھی یہی ہوتی ہے کہ طبیعت کو ازالۂ مرض میں تقویت پہنچائی جائے اور مدد دی جائے۔

نوٹ:۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ کوئی مادی سبب خواہ وہ کتنا ہی اخف ترین یا غیر

مرئی ہو اس سے جسم میں غیر معلوم یا معلوم طور پر فعل و انفعال اور اثر و تحریک کا ہونا یقینی اور لازمی ہے چنانچہ اگر ایک دو غیر مرئی جراثیم جسم میں داخل ہو جائیں تو طبیعت جسمانی ردِ فعل سے اُن کی مدافعت کرتی ہے خواہ وہ ہمیں محسوس ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح سے یہ امر بھی قابل تسلیم ہے کہ اقل ترین مقدارِ دوا مثلاً ۱/۱۰ گرین ایسٹروپین بلکہ ہومیوپیتھی مقدارِ دوا سے بھی جسم میں فعل و انفعال ہوتا ہے اور طبیعت اس سے ضرور متاثر ہوتی ہے خواہ وہ ہمیں محسوس ہو یا نہ ہو۔

قوتِ حیات کو ہم قوتِ برقی سے تشبیہ دے سکتے ہیں کیونکہ جس طرح بجلی کی قوت نہایت باریک باریک تاروں کے ذریعے جاری و ساری ہوتی ہے چنانچہ بجلی کے انڈے (بلب) میں جو بال سے بھی باریک تاریں ہوتی ہیں جب بجلی کی رو اُن میں آتی ہے تو وہ روشن ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سے قوتِ حیات یا روح اعصابی نفسانی یعنی دماغ و نخاع کی باریک باریک تاروں یعنی اعصاب کے ذریعے جسم میں جاری و ساری ہو کر حس و حرکت کا باعث ہوتی ہے۔

" نوٹ:۔ قوتِ حیات (وائٹل فورس) حکمائے یونانی و ڈاکٹران یورپ (ایلوپیتھی و ہومیوپیتھی) سب کے نزدیک محققہ و مصدقہ و مسلمہ ہے۔

" ..... زندگی کی ہر ایک خفیف سے خفیف بات کا اثر بھی قوتِ حیات پر ہوتا ہے وہ چیز جس پر کہ زیادہ زور دینا چاہیئے وہ قوتِ مدافعت ہے۔"

ختم ہوا بیان۔ اب مندرجہ بالا بیان سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ علم الجراثیم سے مرض کے قلع قمع کی قطعی امید بر نہیں آئی۔

۲۔ قوتِ حیات ہی سے جسم میں حس و حرکت ہے اور یہ قوتِ حیات اعصاب

کے ذریعہ اس پر حکمرانی کرتی ہے۔

۳۔ قوتِ حیات ہی بدن کی مدافعتِ مرض کرتی ہے۔

۴۔ ازالۂ مرض میں قوتِ حیات کو تقویت دینا درست طریقۂ علاج ہے

۵۔ معالج کو قوتِ حیات کے شافی فعل میں مداخلت نہ کرنی چاہیئے۔

۶۔ طب درحقیقت مطالعۂ علامات ہی کا نام ہے۔

۷۔ علامات ہی وہ طریق ہیں جو قوتِ حیات کی مدافعت کو ظاہر کرتی ہیں

۸۔ اگر ہم مرض کی علامات اور اُن کی ترکیب کو صحیح طریق پر جانتے ہیں تو گویا ہم مرض کے ازالہ یا اس کے علاج کو بھی صحیح طریق پر جانتے ہیں۔

۹۔ ڈاکٹر یا حکیم کی کوئی دوا بذاتہٖ مرض کا مقابلہ نہیں کرتی بلکہ صرف قوتِ حیات کو مدد پہنچاتی ہے کہ وہ خود دفعیۂ مرض کرے۔

۱۰۔ جراثیم بغیر قوتِ حیات کے جسم سے دفع نہیں کئے جاسکتے اور جراثیم کش ادویات اس کی نااہل ہیں۔

۱۱۔ مرض کو روکنے یا اُس کو دُور کرنے کے لئے قوتِ حیات کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔

۱۲۔ امراض صرف اسی صورت سے روکے جاسکتے ہیں کہ انسان میں قوتِ حیات کو مضبوط بنا دیا جائے۔

۱۳۔ قوتِ حیات حکماءِ یونانی و معالجانِ ایلوپیتھی و ہومیوپیتھی سب کے نزدیک محققہ و مسلمہ چیز ہے۔

مندرجہ بالا حقائق ہومیوپیتھک فلسفۂ مرض و علاج کی جان ہیں اور اگر ایلوپیتھی

اور طبِ یونانی بھی ان ہی اصولوں پر ایمان رکھتی ہیں تو ہماری بحث کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اب ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا طبِ یونانی اور ایلوپیتھی "عملی طب" میں بھی ان ہی اصولوں پر کاربند ہیں؟ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یونانی اور ایلوپیتھی کا عمل اپنے مندرجہ بالا عقیدہ کے بالکل اُلٹ ہے ورنہ ہومیوپیتھی اور یونانی و ایلوپیتھی میں کسی طرح کا اختلاف باقی نہ رہ جاتا۔

ہومیوپیتھی و یونانی اور ایلوپیتھی میں ان اصولوں کے بعد اہم ترین جزوِ مشترک دوائیں" ہیں۔ یہ تینوں طبیں کم و بیش ایک ہی طرح کی دوائیں استعمال کرتی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ایک ہی اصول اور ایک ہی طرح کی دوائیں استعمال کرنے کے باوجود ان کے نتائج الگ الگ ہیں۔ ہم اس اہم راز سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہر مفرد دوا دو طرح کے اثرات جسمِ انسانی میں پیدا کرتی ہے۔ ایک ابتدائی اثر (PRIMARY ACTION) کہلاتا ہے اور دوسرا ثانوی اثر ——— (SECONDARY ACTION) جب جمالگوٹہ جسم کے اندر داخل کیا جاتا ہے تو اسہال پیدا ہوتے ہیں اور جب اُسے بند کر دیا جاتا ہے تو قبض ہو جاتی ہے اسہال کا پیدا ہونا دوا کا ابتدائی اثر ہے اور قبض کا پیدا ہونا دوا کا ثانوی اثر بالفاظِ دیگر جب جمالگوٹہ مادی مقدار میں جسم میں داخل کیا جاتا ہے تو بطورِ زہر کے اُس کا جسم پر جو براہِ راست اثر پڑتا ہے وہ اسہال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ظاہر ہے کہ یہ قوتِ حیات کا فعل نہیں ہے کیونکہ قوتِ حیات کا فعل یہ ہے کہ جس طرح سے ممکن سمجھتی ہے جسم کے اندر بحران صالح پیدا کرتی ہے نہ کہ جس

طرح سے کوئی تیز مادی دوا چاہے جب ہر بار جمال گوٹہ دینے سے اسہال ہی پیدا ہوں تو یقیناً یہ دوا کا مادی اثر ہے نہ کہ قوتِ حیات کا کوئی ذاتی فعل۔ پھر جس وقت دوا کا جسم کے اندر دخول بند کر دیا جاتا ہے تو قبض پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل قوتِ حیات کا اُس زہر کے خلاف جسم کو اسہالوں کے کمزور کن اثر سے محفوظ کرنے کے لئے ایک مدافعتی عمل کہا جا سکتا ہے یا بہ الفاظِ دیگر قوتِ حیات اس زہریلی دوا کے خلاف مدافعت کی تدبیر کرنے میں لگ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں قوتِ حیات کی مرض کے خلاف مدافعانہ فعل کی مدد کیسے ہو سکتی ہے۔ ثابت ہوا کہ قوتِ حیات کو مرض کے خلاف اپنا مورچہ ترک کر کے ایک تیز ترین نو وارد دشمن کی مدافعت میں برسرِ پیکار ہونا پڑا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ قوتِ حیات بجائے صرف اکیلے مرض سے لڑنے کے ایک دیگر دست نما دشمن کی ہلاک کن تدبیر سے بھی نبرد آزما نظر آتی ہے اور اس کی بعینہٖ یہی حالت ہوتی ہے جس کا تذکرہ حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خانصاحب نے اوپر اپنے بیان میں کیا ہے کہ "اگر چور کسی شخص پر حملہ آور ہوں اور اُس شخص کے پاس اپنے بچاؤ یا حفاظت کے لئے کوئی اسلحہ یعنی تلوار یا بندوق ہو اور اُس کا کوئی مددگار اُس کو چوروں کے حملہ سے بچاتے ہوئے خود اُسی کے ہاتھ سے وہ اسلحہ یعنی تلوار یا بندوق چھین لے تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ اس کی کس قدر صحیح امداد کہی جا سکتی ہے۔"

آپ ہر مفرد دوا کو جو مادی صورت میں مریض کو کھلائی جاتی ہے یہی عمل کرتا دیکھیں گے کہ وہ دوا اپنا زہریلا اثر مریض پر طاری کر دے گی اور قوتِ حیات کو بجائے مدد کے نقصان ہی پہنچے گا۔ اگر بقول حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خانصاحب کے

ڈاکٹر یا حکیم کی کوئی دوا بذاتہٖ مرض کا مقابلہ نہیں کرتی بلکہ صرف قوتِ حیات کو مدد پہنچاتی ہے کہ وہ خود دفیعہ مرض کرے۔" تو ہمیں یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ آخر ہم ایسی پُر قوت اور مہلک اثرات رکھنے والی ادویات سے جو قوتِ حیات اور مرض ہر دو سے زیادہ طاقت ور اور اُن پر غالب ہیں، کس طرح سے قوتِ حیات کی مدد کر سکتے ہیں کہ قوتِ حیات کو بھی ضرر نہ پہنچے اور قوتِ حیات کو ایسی امداد بھی مل جائے جس سے وہ اپنے دشمن مرض کا قلع قمع کر سکے۔ ادویات کے ذریعہ سے علاج کرنے والی جملہ ملتوں کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے اور اس مسئلہ کو حل کئے بغیر مریض کی طرف قدم بڑھانا مریض کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

ہم نے ہومیوپیتھی کی سکیم پوری شرح و بسط کے ساتھ آپ کے پیش کر دی ہے ابتدائی معلومات کے لئے "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" کا مطالعہ فرمائیں۔ ہم ہومیوپیتھی کی ادویاتی اور مرضیاتی اسکیم ہی کو واحد درست اسکیم معلوم کر سکے ہیں اور ہومیوپیتھی کے نتائج ہر لحاظ سے اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہومیوپیتھی کی اسکیم ہی صحیح معنوں میں قوتِ حیات کو وہ جائز امداد بہم پہنچاتی ہے جس سے قوتِ حیات مرض کا ازالہ نہایت آسانی سے کر سکتی ہے۔ ہم نے "علاج بالدوا" کے ذریعہ سے قوتِ حیات کی کارکردگی کے راستہ کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ ہومیوپیتھی کی اسکیم میں بھی قوتِ حیات بعینہٖ اُسی راستہ پر کام کرتی نظر آتی ہے جس راستہ پر کہ قوتِ حیات خالص فطری ذرائع سے امداد پہنچنے پر کرتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو کام قوتِ حیات فطری ذرائع سے ایک سال کے اندر سرانجام دے سکتی ہے وہ ہومیوپیتھک اسکیم میں چند دنوں یا چند ہفتوں میں کر لیتی ہے۔ ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ادویات

زہریں ہیں اور جسم اور قوتِ حیات کو قدرتی مرض سے زیادہ ضرر پہنچا سکتی ہیں۔

اگر ہم "مرض" کے لفظ کو اڑا دیں اور صرف "قوتِ حیات" کے لفظ کو سامنے رکھیں تو معاملہ اور بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ پھر ہمارا بیان یہ ہوگا کہ "مرض" قوتِ حیات کی کمزوری کا دوسرا نام ہے اور صحت قوتِ حیات کی معتدل کیفیت اور قوت کو کہتے ہیں۔ اندریں صورتِ حالات ہمارا "قوتِ حیات" کو تیز مادی دواؤں کے زیرِ اثر لاکر طاقت بہم پہنچانا اسی طرح سے ہے جیسے کہ کسی کمزور شخص کو برانڈی پلا کر وقتی طور پر طاقت ور بنا دینا ہے۔ کیونکہ برانڈی کے اثرات کے کم ہونے پر یہ کمزور شخص پہلے سے بھی زیادہ کمزوری محسوس کرنے لگے گا لہٰذا اصول یا قصد سے نادانستہ طور پر ہم قوتِ حیات کو بجائے مضبوط بنانے کے اور کمزور کر لیتے ہیں۔

لہٰذا اگر قوتِ حیات ہی جسم کو تندرست حالت میں رکھنے کا واحد ذریعہ ہے تو ہمیں صرف اس "بیرونی ذریعہ" کو استعمال کرنا چاہیئے جس سے صرف قوتِ حیات کا صحت مندانہ فعل پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو جائے نہ کہ جو تگ و دو وہ پہلے کر رہی ہے۔ اس سے بھی اُسے محروم کر دیا جائے۔ ہمیں جسم یا اُس کے اعضاء کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے سے واسطہ نہ ہونا چاہیئے۔

میرے پیارے ناظرین تو اصلی تصویر کا رُخ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں کہ نہ کوئی مرض ہے نہ اُس کا نام و نشان بس لق و دق میدان ہے اور ہُو کا عالم۔ ایک روحِ انسانی ہے جو بپھری ہوئی ہے اور "ہُو حق" کے نعرے بلند کر رہی ہے اور ایک بچارا مادر زاد جسم ناتواں ہے جو سہے جا رہا ہے۔

نہایت مشکل مضمون ہے اور ہزاروں فرزانوں کو اس نے پاگل بنا رکھا ہے انسانی دماغوں پر صدیوں کی گرد تہ در تہ جمی ہوئی ہے جو ظاہر ہے کہ رفتہ رفتہ ہی اترے گی۔ رائی کے اوٹ میں پہاڑ ہے اور چراغ تلے اندھیرا ہے۔ گو انسان نے اب اپنی مادی دنیا کے چراغ تلے بھی روشنی کر دی ہے لیکن اب چراغ کے اوپر اندھیرا چھا گیا ہے اور انسان حقیقتِ حال سے پہلے سے بھی زیادہ بے بہرہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کیونکہ حقیقت بلندی پسند کرتی ہے اور انسان اُسے "گہرائیوں" میں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

۱۔ یونانی طب کے بنیادی اُصول

"جسمِ انسانی میں چار خلطیں پائی جاتی ہیں جو خون، بلغم، سودا اور صفرا ہیں۔ بدن انہی خلطوں سے بنا ہوا ہے اور اکثر بیماریاں انہی کی زیادتی اور کمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ (میزان الطب از حکیم محمد اکبر ارزانی)

"قوتِ حیات ہی سے جسم میں حس و حرکت ہے۔ یہی بدن کی مدافعت مرض کرتی ہے۔ ڈاکٹر یا حکیم کی کوئی دوا بذاتہٖ مرض کا مقابلہ نہیں کرتی بلکہ صرف قوتِ حیات کو مدد پہنچاتی ہے کہ وہ خود فیصلہ مرض کرے۔ لہٰذا مرض کو روکنے یا اُس کو دُور کرنے کے لئے قوتِ حیات کا مضبوط ہونا یا اُسے مضبوط کرنا ہی درست طریقۂ علاج ہے۔ نیز علامات ہی وہ طریق ہیں جو قوتِ حیات کی مدافعت کو ظاہر کرتے ہیں اور اگر ہم مرض کی علامات اور اُن کی ترکیب کو صحیح طریق پر جانتے ہیں تو گویا ہم مرض کے ازالہ یا اس کے علاج کو بھی صحیح طریق پر

جانتے ہیں؟ (حکیم وڈاکٹر غلام جیلانی خانصاحب)

۲۔ کیا یہ اصول صرف فرض کر لئے گئے ہیں یا کسی اصولِ فطرت سے ہم آہنگ بھی ہیں۔

قوتِ حیات اور جسم کے متعلق جو نظریات اوپر درج کئے گئے ہیں۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر صحیح و درست ہیں۔ پہلے قوتِ حیات بیمار ہوتی ہے۔ پھر اُس کے نتیجہ کے طور پر اخلاط میں کمی و بیشی واقع ہوتی ہے۔ اگر اخلاط کو محرکِ حقیقی" تصور نہ کیا جائے تو دماغ ٹھکانے رہتا ہے اور "قوتِ حیات سے جسم کی طرف" کا تصور کامل رہتا ہے ورنہ قوتِ حیات کو نظر انداز کر کے صرف اخلاط پر علاج معالجہ کی بنیاد قائم کرنا ایک ناقص تصور ہے جس سے علاج و معالجہ غلط راستہ پر چل پڑتے ہیں۔ اس فطری ترتیب کے پیشِ نظر یہ اصول صرف مفروضہ نہیں رہتے بلکہ اصولِ فطرت سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ مرض کی تشخیص کے ذرائع

یونانی میں مرض کی تشخیص کے لئے اخلاط اربعہ کی علامات کو سامنے رکھا جاتا ہے

۴۔ کیا یہ تشخیص مرض کے ذرائع ہر بیمار انسان کی فرداً فرداً کیفیت اور نوعیت پر حاوی ہیں۔

چونکہ اخلاط کی کمی بیشی کو عمومی طور پر سامنے رکھا جاتا ہے اور ہومیوپیتھی

کی طرح مرض اور مریض کی انفرادیت کو کمال احتیاط کے ساتھ ریکارڈ نہیں کیا جاتا لہٰذا کسی مریض کی نہایت عمومی بھدی سی اور مبہم تصویر سامنے آتی ہے جو اُس مریض کی انفرادی کیفیات پر حاوی نہیں ہوتی۔

۵۔ دوا کی تجویز کے اصول

یونانی جو دوائیں استعمال کرتی ہے اُن کی اس احتیاط کے ساتھ پرووِنگ (PROVING) نہیں کی گئی ہے جس احتیاط کے ساتھ ہومیوپیتھی نے کی ہے چونکہ نہ تو مریض کی انفرادیت سامنے رکھی جاتی ہے اور نہ ہی دوا کی انفرادیت حاصل ہے لہٰذا دواعیز محتاط طریق پر تجویز کی جاتی ہے پھر اگر بقول حکیم وڈاکٹر غلام جیلانی خان صاحب کے مرض کی علامات درحقیقت قوتِ حیات کی مدافعتی علامات ہیں تو اصول بالضد کے ماتحت دواؤں کی تجویز قوتِ حیات کی کارکردگی کو ختم کرنے کے لئے کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے مطلوبہ فائدہ یعنی قوتِ حیات کو اس طرح سے مدد پہنچانا کہ وہ خود مرض کو دفع کرے قطعاً حاصل نہیں ہوتا۔

۶۔ کیا تجویزِ دوا کے اصول سو فیصدی تسلی بخش ہیں

چونکہ دوا کی تجویز قوتِ حیات کے مدِ نظر نہیں بلکہ اخلاط کی کمی بیشی کے مدِ نظر کی جاتی ہے اور وہ کام جو قوتِ حیات کو کرنا چاہیئے" فرضی طور پر" دوائیں خود کرنے لگ جاتی ہیں لہٰذا قوتِ حیات کو موقع ہی نہیں دیا جاتا کہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر گھر کی صفائی کرے اور نظامِ جسم کو سنبھالے۔ گو ادویات کے ذریعہ

سے جو بالعموم، مادوں کے اخراج کے لئے دی جاتی ہیں۔ فاسد مادہ کے کم ہو جانے سے وقتی طور پر پُر ہیجان علامات میں سکون سا پیدا ہوتا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت یہ قوتِ حیات کے معطل ہونے کی علامت ہے۔ یہ مادے دوا کے اخراج کُن عمل کے بعد دوبارہ جسم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح فاسد مادوں کا دوبارہ پیدا ہوتے رہنا اور انہیں باہر خارج کرتے رہنا بالآخر مادی جسم کو کمزور تر کر دیتا ہے لہٰذا تجویز دوا کے اصول نا قابلِ بخش اور انجام کار ہلاک کُن ہیں۔

۷۔ یہ طریقہ علاج اپنے متعلق کیا رائے رکھتا ہے

یونانی طب کے معالجین کو ہمیشہ سے یہ شکایت رہی ہے کہ اُن کے مریض اُن کے زیرِ علاج اتنے عرصہ تک نہیں رہتے کہ وہ مادوں کو پکا کر ان کا نکاس بطریقِ احسن کر سکیں کیوں کہ ان کا علاج پہلے ایک لمبے عرصہ تک مادوں کو تحلیل کرنا پھر اُنہیں متواتر اسہال آور ادویات کے ذریعہ سے جسم سے خارج کرتے رہنا ہے علاج کو تیز تر بنانے کے لئے نیز مادوں کو جلد جلد جسم سے نکالنے کے لئے ان کے پاس سب سے بڑا ہتھیار فصد کھولنا ہے جس کی جی بھر کر تعریف ان کی کتب میں کی گئی ہے لیکن اس عمل کے اس قدر بد نتائج پیدا ہوئے ہیں کہ اب اس سے بچنے لگے ہیں گو اب بھی "پرانے حکیم" اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے بعد اسہال لانے کو مادہ خارج کرنے کا ایک اعلیٰ ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ان دونوں طریق کی ہلاکت آفرینی پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

ایلوپیتھی کی "تیز گام" ادویات کے مقابلہ پر آنے کے بعد یونانی طب کی بہلی

"پنڈت جی کی بہلی" کی مانند جو آہستہ آہستہ چلتی ہے اور کبھی کبھی اس میں ہچکولے بھی لگتے ہیں، اب زیادہ کھڑکھڑانے لگی ہے اور اس کے انجر پنجر ڈھیلے ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اکثر اطباء نے یونانی اب ایلوپیتھی کو یونانی کی نئی "شکل" (ADVANCED FORM) قرار دے کر اس پر اپنا حق جتانے لگے ہیں۔ اور ایلوپیتھی کی دواؤں کو اپنے مطب کی زینت بناتے میں فخر اور سکون محسوس کرنے لگے ہیں۔ گو ابھی تک بعض "پرانے اطبا" اسے "بے غیرتی" سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ان کو بھی اب اپنے پاؤں تلے کی زمین کھسکتی نظر آتی ہے۔ ہزارہا سال بندگانِ خدا کا "خون" اور جسم کی "رطوبات صالحہ" باہر نکال نکال کر قتلِ عمد کی مرتکب ہونے والی "بوڑھی طب" اب خود بسترِ مرگ پر پڑی زندگی کے آخری لمحات گزار رہی ہے اور اس کے نوجوان بیٹے اب اس سے بات تک کرنے سے گھبراتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اس بوڑھیا کی اولاد اب اس کے لئے ایک شاندار مقبرہ بنوا دے اور اس پر یہ چند الفاظ کندہ کرا دے کہ "اس لحد میں یونان کی وہ بوڑھی شہزادی آرام کر رہی ہے جس کی غذا اولادِ آدم کا خون اور رطوباتِ صالحہ تھیں"۔

۸۔ اخذ نتائج

یونانی طب کی معالجاتی اسکیم میں عملاً قوتِ حیات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی اس کی تمام تر توجہ اخلاطِ اربعہ پر مرکوز رہتی ہے۔ اس حقیقت کو معلوم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ آخر یہ اخلاطِ اربعہ کیوں غیر متنظم ہو جاتی ہیں۔ اگر موسموں کا تغیر و تبدل مختلف غذائیں اور دیگر کائنات کی اشیاء جو اخلاطِ اربعہ کو بے ترتیب کرتی

نظر آتی ہیں تو آخر تمام لوگ بیک وقت کیوں مبتلائے مرض نہیں ہو جاتے پھر اگر یہ کائنات اور اس کی چیزیں انسان کی پرورش اور حفاظت کی ذمہ دار نہیں ہیں تو اور کون سی چیز ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا تندرست انسان ہی کے لئے بنی ہے۔ ایک بیمار انسان معمولی سی بلند آواز، ایک بیمار آنکھ سورج کی ننھی سی کرن اور ایک پُر درد عضو انگلی کا معمولی سا دباؤ تک برداشت نہیں کر سکتے پھر ان ظاہری اسباب تحریک پر الزام دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔

یونانی طب کا دائرۂ عمل صرف مادیات کے گرد گھومتا ہے۔ ظاہری اسباب و نتائج اس کے علم کی انتہا ہیں۔ اصلی سبب اس کی نظروں سے اوجھل ہے لہٰذا ناقص علم سے ناقص نتائج ہی پیدا ہو سکتے ہیں اور ناقص علم میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

انگریزی طب یا ایلوپیتھی

ایلوپیتھی امراض اور ادویات کے جناتی ناموں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس طب کے حاملین کا تمام تر زور اب تک مرض اور علاج کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں پُراسرار بنا کر پیش کرنے پر صرف ہوا ہے۔ یہ طب مغربی ممالک کی طرح مادر پدر آزاد طب ہے اور آج تک اس کی کوئی قانون کی کتاب نہیں لکھی گئی۔ "ایلوپیتھی" کا نام بھی بانیٔ علم نے اسے ہومیوپیتھی سے تفریق کرنے کے لئے دے دیا ورنہ اس سے پہلے اس کا کوئی نام ہی نہ تھا۔ نام تو ماں باپ رکھا کرتے ہیں جس کا کوئی ماں باپ ہی نہ ہو اس کا نام کون رکھے "بے نام" ضرور رہی ہے لیکن بے ننگ نہیں رہی۔ اس کی ستر پوشی کے لئے بڑے بڑے لوگوں نے بنی نوع انسان کے کپڑے تک اتار لئے ہیں یہ طب ہمیشہ سے دولت کے ساتھ کھیلی ہے اور پوتڑوں سے امیر چلی آ رہی ہے حکومتوں کی گود میں پلی ہے اور پبلک پر آج تک حکم حاکم کی طرح چھائی ہوئی ہے بڑی بڑی سرمایہ دار کمپنیاں جو حکومتوں کو خرید لینے کی طاقت اپنے اندر رکھتی ہیں اس کی پشت پناہی پر ہیں اور اس کے نام کا خوب ڈھنڈورا دن رات پیٹتی ہیں اور کسی کو سنبھلنے کا موقعہ تک نہیں دیتیں کہ ایک لمحہ بھر غور و فکر کر سکے۔ بڑے بڑے دانشوروں کی آنکھوں پر اس نے اس طرح سے پٹی باندھی ہے۔

کہ انہیں سوائے اس عروسِ نوبہار کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ قسم بخدا اتنا بڑا فراڈ آج تک ہماری نظروں سے نہیں گزرا جو صدیاں بیت جانے پر بھی اُسی شان شوکت سے چل رہا ہو اور کسی کو کان تک ہلانے کی جرأت یا منہ تک کھولنے کی حاجت محسوس نہ ہوتی ہو۔ اس کے درِ دولت پر ارب ہا بندگانِ خدا کے بن آئی موت کے لاشے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں پورے خاندان کا اثاثہ زندگی زر و دولت کی شکل میں ہے جو وہ اس گورے لوگوں کی "کالی دیوی" کی بھینٹ چڑھانے کے لئے گھر سے لے کر نکلے تھے۔

اس معقول تمہید کے بعد ہم اس کی پھڑکتی ہوئی پسلیوں اور لٹکتی ہوئی رگوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خان صاحب کی اُس چشم پوشی کے باوجود جو اہلِ مشرق کا خصوصی حصہ ہے۔ ایلوپیتھی اپنے اُسی ڈھونگ پر ڈٹی ہوئی ہے کہ "جراثیم ہی امراض کو پیدا کرنے کا اصلی سبب ہیں۔ لہٰذا ایسی ادویات استعمال کرنا جو "جراثیم کُش" ہوں۔ عین سائنس ہے۔ پبلک کو بے وقوف بنانے کے لئے کتنا دل لگتا اور اچھوتا تخیل ہے۔ دشمن کو ہلاک کر دو لہٰذا جان بچ گئی۔ یہ نہیں بتایا جاتا کہ دشمن اور دوست ایک ہی کمرہ میں بند ہیں اور اگر دشمن کو اڑانے کے لئے ایک بم داغ دیا جائے گا تو جہاں دشمن مرے گا وہاں دوست کا بھی پوری طرح سے صفایا ہو جائے گا۔

حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خان صاحب نے صاف صاف بات کہدی ہے جو اُن کی صفائی قلب پر دلالت کرتی ہے کہ جراثیم کو مارنے کی ہم قطعاً ناکام ہو چکی ہے اور اب چارۂ کار صرف یہی رہ گیا ہے کہ قوتِ حیات کو اس قدر

مضبوط کر دو کہ جراثیم جسم کے اندر داخل ہونے کا نام تک نہ لے سکیں۔

ہم اس طلب پر کیا بحث کریں جب کوئی اصول ہی نہ ہو۔ جراثیم کا ایک مفروضہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ لہٰذا اب ایلوپیتھی کیا کر رہی ہے؟ وہ ہی کچھ کر رہی ہے جو صدیوں سے کرتی چلی آتی ہے یعنی بھولی بھالی پبلک کی گرہیں کاٹنا۔ تو یہ اب حکومتوں کا کام ہے کہ بنی نوع انسان کے اس چھپے دشمن کی گوشمالی کریں۔ ہم غریب ہو بیٹھے اس کی ناجائز زر و دولت کی فراوانی کا مقابلہ چند تعمیری اصولوں کو سینے سے لگائے لگائے کہاں تک کر سکتے ہیں۔ حکومتوں کو چاہیئے کہ ان صحت کی ٹھیکیدار کمپنیوں سے جواب طلب کریں کہ میاں تم جو تمام دنیا کی صحت کے واحد ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے۔

کیا تمہاری ادویات مہلک نہیں ہیں۔

کیا تمہارے پاس ان زہریلی ادویات کو بنی نوع انسان کو بے کھٹکے کھلاتے چلے جانے کا کوئی فطری پیمانہ یا اصول ہے۔

کیا تم قوتِ حیات کو مانتے ہو جو جسم کے پورے نظام کو باقاعدہ چلانے کی واحد ذمہ دار ہے۔

تمہاری ادویاتی اسکیم میں قوتِ حیات کی کیا پوزیشن ہے۔

کیا تم ادویات کے عمل اور ردِ عمل کے قانون سے واقف ہو۔

کیا تم جانتے ہو کہ ادویات قوتِ حیات سے زیادہ طاقتور رہتی ہیں۔ اس کے فطری عمل میں نہ صرف روکاوٹ ڈالتی ہیں بلکہ اُسے معطل کر کے خود جسم پر اپنا تسلط قائم کر لیتی ہیں۔

اسپرین۔ مارفیا وغیرہ کس اصول کے ماتحت اور انسان کی کونسی بھلائی کے مدِ نظر بے تحاشا استعمال کرتے ہو جب کہ ان کا ردِ عمل پہلے سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری دوائیں مرض کو دبا دیتی ہیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری کلوروفارمیشن سے تپِ محرقہ میں بحرانِ صالح (پسینہ) پیدا نہیں ہو سکتا اور بخار بغیر جسم سے گندگی کو خارج کئے اُتر جاتا ہے اور آئندہ کے لئے مریض کو گوناں گوں تکالیف میں مدت العمر کے لئے گرفتار رکھنے کا سبب بن جاتا ہے۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے بہت سے "فوری اثر کرنے والے" ٹیکوں کے لگنے کے گھنٹے آدھ گھنٹہ کے اندر ہی اندر اکثر مریض راہی ملکِ فنا ہو جاتے ہیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری پنسلین خارشی اور جلدی امراض کو بدن کے اندر تحلیل دیتی ہے اور مریض ہر تھوڑے دنوں کے بعد پھر اُسی تکلیف میں مبتلا نظر آتا ہے اور پھر ٹیکوں کا وہی کورس چل جاتا ہے اور اس طرح سے اندرونی گندگیاں جسم سے باہر نکلنے ہی نہیں پاتیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے معالج سلفا ڈرگس سے خوف کھانے لگے ہیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری دوائیں دن بدن بدلتی رہتی ہیں۔ ایک دوا چند دنوں کے بعد مارکیٹ میں نظر نہیں آتی اور ڈاکٹر کسی اور "زیادہ موثر دوا" کا پرچا گھسیٹتا نظر آتا ہے۔

کیا تم جانتے ہو کہ پانچ پانچ سال ایلوپیتھک کورس کرنے والے معالجین کالجوں

سے باہر آکر تمہارے معمولی ڈسپنسر اور ایجنٹ بن جاتے ہیں کیونکہ اُن کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ تمہاری دوائیں کن بلاؤں سے مرکب ہیں اور ان کا عمل اور ردِ عمل کیا ہوگا۔ وہ تو صرف تمہاری چھپی ہوئی ہدایتوں کی فرمانبرداری کے ساتھ تعمیل بجا لاتے ہیں یا جب تک ایک دو درجن مریضوں کو اُس دوا کی بھینٹ نہ چڑھا دیں انہیں علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔

اور اگر یہ تجارتی کمپنیاں یہ تمام باتیں نہیں بتلا سکتیں تو ہومیوپیتھی بتلاتی ہے کہ یہ سب کچھ ایک عظیم فراڈ ہے اور ایک قاتلانہ مذاق ہے جس پر "سائنس" کا لیبل لگا دیا گیا ہے اور صرف زر و دولت پیدا کرنے کے لئے ان ادویاتی تجارتی کمپنیوں نے یہ خون آشام چکر چلا رکھا ہے۔ یہ تجارتی کمپنیاں ہائمن اعظم کے زمانہ میں بھی تھیں جنہوں نے اُن کو کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں ملک بدر ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

ہم بادلِ ناخواستہ صرف بحث کی حدود کو برقرار رکھنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں ورنہ ایلوپیتھی نہ کوئی طب ہے نہ سائنس کہ اس پر بحث کی جائے۔

۱۔ ایلوپیتھی طریقۂ علاج کے بنیادی اصول

کوئی بنیادی اصول نہیں ہے کچھ عرصہ پہلے "جراثیم" کا ایک مفروضہ قائم کیا گیا تھا مگر وہ بھی اب ختم ہو چکا ہے اور چونکہ اب اور کوئی دیگر مفروضہ نظر نہیں آتا لہٰذا ابھی تک حقیقتِ حال معلوم ہو جانے کے باوجود "جراثیم" کا ہی ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ یعنی پہلے مرغا ایک ٹانگ پر نمودار ہوا تھا مگر اب وہ بھی غائب ہو گئی ہے لیکن بانگ کی آواز بدستور آتی ہے۔

۲۔ کیا ایلوپیتھی کے اصول صرف فرض کر لئے گئے ہیں کیا کسی اصولِ فطرت سے ہم آہنگ بھی ہیں۔

ایلوپیتھی کے اصول صرف زہر اندوزی کی فطرت کے تابع ہیں۔

۳۔ مرض کی تشخیص کے ذرائع

پانچ پانچ سال ایلوپیتھک کالجوں میں مغز پچی کرنے والے معالجین "یورین ٹسٹ" "اسٹول ٹسٹ" "سپوٹم ٹسٹ" وغیرہ ایسے ہی اقسام کے ٹسٹوں پر زور دیتے رہتے ہیں۔ ایک تو اس طرح سے ایک وسیع دھندا چل نکلتا ہے دوسرے مریض پر ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے لئے بہت زیادہ تردد سے کام لیا جا رہا ہے۔ نتیجہ نہ اُنہیں معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی مریض کو۔ بیسیوں مرتبہ یہ ٹسٹ کئے کرائے جاتے ہیں لیکن ایک معالج کی رائے دوسرے معالج کی رائے کے اُلٹ ہی نکلتی ہے۔

۴۔ کیا تشخیصِ مرض کے ذرائع ہر بیمار انسان کی فرداً فرداً کیفیت اور نوعیت پر حاوی ہیں۔

اوّل تو تشخیصِ مرض کے یہ ذرائع محض ایک ڈھونگ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اگر بالفرض ہر بیمار کی انفرادی کیفیت اور نوعیت معلوم ہو بھی جائے تو کس کام کی جب کہ ادویات کی انفرادیت کا نہ بنا کر بھیجنے والوں کو علم ہوتا ہے اور نہ ہی اُس کے استعمال کرانے والوں کو۔ یہ تمام تگ و دو تو صرف مریض پر اثر ڈالنے کے لئے ہے ورنہ معالجین کے پاس تو سز بہر دوائیں پہلے سے تیار پڑی ہیں جو ان ٹسٹوں سے پہلے نہ دیں بعد میں دے دیں۔ الا بلا بر گردنِ تجارتی کمپنی۔ ان معالجین نے تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ ایلوپیتھک کالج میں پانچ سالہ کورس کر چکے ہیں اور مریض کی ہر طرح سے

خبر لینے کے اہل ہیں۔

۵۔ دوا کی تجویز کے اصول۔

ایلوپیتھک معالجین کے پاس تجویزِ دوا کا کوئی اصول ماسوائے اس کے نہیں ہے کہ یہ دوا فلاں کمپنی نے فلاں فلاں امراض کے لئے تیار کی ہے۔ جو مریض ان دواؤں سے مر جائے وہ شہید ہو جائے وہ غازی کیونکہ طب "تجربہ" کا دوسرا نام ہے اور تجربہ ایک دو گورستان فی معالج کے حساب سے آباد کئے بغیر کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور طب کیسے ترقی کر سکتی ہے۔

۶۔ کیا تجویزِ دوا کے اصول سو فیصدی تسلی بخش ہیں۔

تجویزِ دوا کا کوئی اصول ہی نہیں لہٰذا اس جانب سے سو فیصدی تسلی ہی تسلی ہے۔

۷۔ ایلوپیتھی اپنے متعلق کیا رائے رکھتی ہے؟

بڑے بڑے باضمیر ایلوپیتھک معالجین نے جو ایلوپیتھی کے متعلق اپنی آرا تحریر کی ہیں ان سب کا لبِ لباب فقط یہی ہے کہ ایلوپیتھی ایک "عالمگیر فراڈ" ہے جو بنی نوع انسان کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے اور اگر سب ایلوپیتھک معالجین کو بعہ اُن کی ادویات کے سمندر میں غرق کر دیا جائے تو انسان بہت جلد صحت مند ہو جائے۔ ایلوپیتھک معالجین انسانوں میں امراض کو پھیلانے کا سب سے بڑا اور قوی سبب ہیں۔ ہم یہ دہائی ضرور دیں گے اگر انہیں بیع ادویات کے غرق کرنے کا منصوبہ مکمل ہو جائے تو انہیں رود بار انگلستان میں جگہ دی جائے کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہمارے سمندروں کے مچھلیوں کو ان کے ٹیکہ بازی کے عذاب میں مبتلا نہ ہونا پڑے اور ان کا اثر پھر ہمارے معدوں تک جا پہنچے۔

۸۔ اخذ نتائج

ایلوپیتھی کا قطعاً کوئی اصول نہیں ہے چند تجارتی کمپنیاں مختلف ادویات وسیع پیمانہ پر تیار کرتی ہیں اور ان کا خوب پراپاگنڈا کرتی ہیں۔ بنی نوع انسان کے بہترین دماغ ان کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے وقف کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام ادویہ اس خوبی سے تیار کی گئی ہے کہ بڑے بڑے مفکر ایلوپیتھک علاج میں مبتلا ہو کر رہ گئے ہیں چونکہ اس پر سائنس کا لیبل چاروں طرف سے لگا دیا گیا ہے لہٰذا کسی کو دم مارنے کی جرأت تک نہیں ہوتی۔ ہم نے جو کچھ اب تک تحریر کیا ہے اُسے تمام صاحبانِ عقل کی تحقیق اور غور و فکر کے لئے پیش کرتے ہیں۔ آخر انسانوں نے ہی ان مختلف طریقِ علاج کو ایجاد کیا ہے اور یہ ہر انسان کا پیدائشی حق ہے کہ ان سب کو عقل کے پیمانہ سے ناپے۔ اندھا دھند تقلید جہالت کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اسی لئے دی ہے کہ اچھے بُرے کی پہچان کر سکے۔ قرآن پاک میں غور و فکر کی دعوت ہر انسان کو دی گئی ہے۔ حد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سمجھنے کا ذریعہ بھی "عقل" ہی کو قرار دیا ہے کسی بات کو اس لئے درست تسلیم نہ کریں کہ لوگوں کی اکثریت ایسا کہتی ہے یا کرتی ہے بلکہ اس لئے مانیں کہ آپ کی عقلِ سلیم اسے سرتاپا سچ دیکھتی ہے۔ بقول حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خان صاحب کئی صدیوں کے بعد حکما و اطبائے یورپ پھر اس طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ طبیعت مدبرۂ بدن ہمیشہ بدن کی اصلاح کرتی اور مرض کو دفع کرتی ہے۔" کیا معلوم کہ انسان پہلے جس توجہ سے صدیوں تک محروم رہا اور ایک غلط نظریہ کی مہربانی سے ہلاک و پریشان ہوتا رہا آج بھی درحقیقت وجود نہ رکھتی ہو اور آج کا انسان بھی گزشتہ صدیوں کی مانند جہالت کی موت کا شکار ہو رہا ہو۔۔۔۔ کیا کوئی اللہ کا بندہ اس "توجہ" پر توجہ دے گا؟

نتیجۂ بحث اور مرض و علاج کی حقیقت

ہومیوپیتھی ہا من اعظم سے چلی ہے اور عظیم کینٹ تک پہنچی ہے۔ اس تمام عرصہ میں ہومیوپیتھی کا تعارف پرانی غیر ہومیوپیتھک کتبوں کی زبان میں ہی کرایا جاتا رہا ہے تاکہ لوگوں کے دماغ اسے آسانی سے سمجھ سکیں۔ اس تمام کوشش کے باوجود ابھی تک دنیا ہومیوپیتھی سے صحیح طور پر متعارف نہیں ہو سکی۔ کہا جاتا ہے کہ ہومیوپیتھی اپنے وقت سے ایک صدی پہلے ظاہر ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی انسانی دماغ کو ایک سو سال مزید کائنات کے حقائق کو اخذ کرنے کی ضرورت ہے پھر کہیں جا کر وہ اس قابل ہوگا کہ ہومیوپیتھی کو اپنے اصلی روپ میں دیکھ اور سمجھ سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ "مرض" کے نام کی کوئی چیز اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ صرف ایک غیر مادی اور غیر فانی قوت حیات ہے اور ایک مادی اور فانی اس کا لباس یا گھر جسے جسم کہتے ہیں جسے "مرض" کہتے ہیں وہ صرف قوتِ حیات کا غیر فطری چلن ہے اور صحت قوتِ حیات کی فطری روش۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قوتِ حیات "کمزور" ہو جاتی ہے یہ الفاظ بھی قطعاً خلاف واقعہ ہیں۔ قوتِ حیات اُس روحانی طاقت کا نام ہے جو جسم کو چلاتی پھراتی ہے۔ روح غیر فانی ہے وہ نہ کمزور ہو سکتی ہے اور نہ فنا ہو سکتی ہے۔ وہ صرف مادی جسم ہی ہے جو "کمزور" اور "فنا" ہوتا ہے۔

حقیقتِ امر کو سمجھنے کے لئے ہمیں "مرض" کا لفظ اپنی تحریر اور گفتگو سے

قطعاً خارج کر دینا پڑے گا کیونکہ یہ لفظ "قوتِ حیات" اور "جسم" کے علاوہ ایک تیسری ہستی کا تخیل دیتا ہے جسے ہمیں مرضیاتی فلسفہ میں قدم قدم پر سامنے رکھنا پڑتا ہے اور خیالات و تصورات کی اصلی تصویر کامل طور پر سامنے نہیں آسکتی۔

چنانچہ حقیقی ہومیو پیتھک فلسفۂ مرض و علاج یہ ہوا کہ ایک "مادی اور فانی" جسم کے اندر ایک روح بستی ہے جسے "قوتِ حیات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جب تک قوتِ حیات اُن فطری راستوں پر عمل پیرا رہتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کئے ہیں تو جسم کی مادی حالت پورے اعتدال پر قائم رہتی ہے لیکن جب قوتِ حیات سے غیر فطری تحریکات سرزد ہونے لگتی ہیں تو مادی جسم جو کہ قوتِ حیات کی صرف فطری تحریکات میں ہی اعتدال کی حالت میں باقی رہ سکتا ہے رفتہ رفتہ فنا ہونے لگتا ہے مادی جسم کے مادی اعضا فطری وظائف سے بھٹک جاتے ہیں یعنی جسم سے گندگی کو دُور کرنا اور مناسب اجزا کو جسم کے اندر باقی رکھنا "نتیجۃً" جسم کے اندر مادی آلائشیں اور گندگی اکٹھی ہونی شروع ہو جاتی ہے جس سے اعضائے جسم اٹتے چلے جاتے ہیں اور وہ آلائش اور گندگی "مادی روکاوٹ" کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اعضاء کی کارکردگی میں مادی روکاوٹیں آڑے آنے لگتی ہیں۔ کبھی تو جسم گھُل گھُل کر جسم کے سوراخوں سے بہہ کر ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور کبھی مادی روکاوٹیں اعضاء کے افعال کو اس حد تک معطل کر دیتی ہیں کہ وہ بے دست و پا ہو کر رہ جاتے ہیں اور نتیجۃً جسم کا کارخانہ بالکل ساکن ہو جاتا ہے۔ اب آپ ہی کہیئے کہ "مرض" کا وجود بحیثیت ایک "تیسری وحدت" کے کہاں باقی رہا۔ اصلی معاملہ قوتِ حیات اور جسم سے شروع ہوتا ہے اور ان دونوں پر ہی آکر ختم ہوتا ہے۔

اب آپ ذرا اُن کتابوں کا تصور کیجئے جو مرض کے نام پر تحریر کی گئی ہیں۔ اگر ان سب کتابوں کو یکجا ڈھیر کیا جائے تو ایک پہاڑ کھڑا ہو جائے۔ کس قدر وقت اور دماغ ضائع کیا گیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ایک غلط نظریہ صدیوں کی محنت پر پانی پھیر دیتا ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج،

علمِ طب جو کل علم کا نصف ہے اس کی تمام تر ذمہ داری اس وقت ہومیو پیتھی کے مسلک پر چلنے والوں کے کندھوں پر ہے تمام غیر ہومیو پیتھک نام نہاد طبیب یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ ان کے غلط طریق سے نہ تو انسان کو شفا ہوتی ہے اور نہ ہی وہ علاج کی غرض و غایت کو پورا کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے اپنے طریق سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کی فقط ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ انسان سے بیماری کی حالت میں زر و دولت سمیٹنا نہایت آسان ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہومیو پیتھی ڈیڑھ سو سال سے ان کے سامنے ہے اور ان کی ضمیر انہیں ایک بہتر راستہ اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ اب چارۂ کار صرف یہی رہ گیا ہے کہ ہومیو پیتھس تو کل بجذا کمر ہمت کس لیں۔ پہلے اپنے علم کو کامل کریں اور اپنی علمی و فنی کمزوریوں کو دُور کریں پھر ہومیو پیتھی کو اس تندھی سے اطرافِ عالم میں پھیلا دیں کہ حقیقت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جائے اور یہ "طبی جونکیں" بنی نوع انسان کا خون چوسنے کے قابل نہ رہیں۔ ہومیو پیتھی ان نام نہاد طبیبوں کی موت کا دوسرا نام ہے اور یہ موت جلد یا بدیر انہیں آکر رہے گی۔

احتساب

گذشتہ اوراق سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ہومیوپیتھی کس قدر عظیم ذمہ داری کا نام ہے۔ ڈاکٹر ٹکینٹ لکھتے ہیں" وہ ہومیوپیتھ جو مزاجی اسکیم پر عمل پیرا نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی اکی دکی علامات کی کانٹ چھانٹ کرتا رہتا ہے اور اس طرح سے اپنی بزنس چالو رکھنا چاہتا ہے۔ ضمیر اور عقل سے بے بہرہ ہے" ایک سچے ہومیوپیتھ کو ہومیوپیتھی کی طرح عظیم ہونا چاہیئے۔ جب ہی ہومیوپیتھی اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کی جاسکتی ہے۔